تنظیم اسلامی کا ترجمان

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

13

www.tanzeem.org

11 تا 17 رمضان المبارک 1441ھ / 5 تا 11 مئی 2020ء

روزہ اور تقویٰ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ o﴾ (البقرہ:183) ''اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا' تا کہ تم میں تقویٰ پیدا ہو جائے۔'' گویا روزے کی مصلحت اور مدعا تقویٰ ہے۔ تقویٰ کے معنی اور مفہوم کو جان لینے سے یہ مصلحت اور حکم بڑی آسانی سے سمجھ میں آ جائے گا۔ ''تقویٰ'' کے معنی ہیں ''بچنا''۔ قرآن مجید نے اس میں اصطلاحی مفاہیم پیدا کیے' یعنی اللہ کے احکام کو توڑنے سے 'بچنا' حرام سے 'بچنا' معصیت سے 'بچنا' یہ تقویٰ ہے۔ ہمارے نفس کے بہت سے تقاضے ہیں مثلاً' پیٹ کھانے کو مانگتا ہے۔ فرض کیجیے، کوئی حلال چیز کھانے کو نہیں ہے تو ایسے میں اگر کوئی مسلمان اس بھوک کے ہاتھوں مجبور ہو جائے تو حرام میں منہ مار بیٹھے گا۔ لہٰذا اس میں ضبط کی عادت ڈالی جائے، تا کہ آخری حد تک بھوک پر قابو پانے میں کامیاب رہے۔ اسی طرح پیاس کو کنٹرول میں لائے' شہوت کو کنٹرول میں رکھے۔ ساتھ ہی اُسے نفس کی اُن خواہشات پر قابو پانے کی مشق حاصل ہو' جو دین کے منافی ہوں۔ پس طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک کھانے پینے اور تعلقِ زن وشو سے کنارہ کش ہونے کی جو مشق کرائی جاتی ہے' اس کا مقصد ضبطِ نفس ہے، یعنی ایک بندۂ مؤمن کو اپنے نفس کے منہ زور گھوڑے کے تقاضوں پر قابو پانے اور کنٹرول میں رکھنے کی مشق ہو جائے اور عادت پیدا ہو جائے...... اب سوچیے، اگر آپ پورے تیس دن ایک مقررہ وقت سے لے کر دوسرے مقررہ وقت تک اللہ کی حلال کردہ چیزیں اس لیے استعمال نہیں کر رہے کہ اللہ نے اس کی اجازت نہیں دی' تو اس سے آپ کے اندر ایک مضبوط قوتِ ارادی کے ساتھ یہ استطاعت اور استعداد پیدا ہونی چاہیے کہ بقیہ گیارہ مہینوں میں اللہ کی حرام کردہ چیزوں اور منکرات سے بچ سکیں اور تقویٰ کی روش پر مستقیم رہیں۔

لہٰذا پورے رمضان کے روزے دراصل تقویٰ کی مشق ہیں۔

عظمتِ صیام وقیامِ رمضان المبارک

ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

اس شمارے میں

میڈیا یا عوام کی عدالت میں

رمضان المبارک اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں

کرونا وائرس کے بعد......

اَن دیکھی دنیائیں

حسنِ کلام

اسلامی فلاحی ریاست، سمت کا مسئلہ

باغات و پھل اور وسائل نقل و حمل

الھدیٰ (896)
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سُورۃُ المُؤمِنُون — **بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ** — **آیات: 19 تا 22**

فَاَنۡشَاۡنَا لَکُمۡ بِہٖ جَنّٰتٍ مِّنۡ نَّخِیۡلٍ وَّ اَعۡنَابٍ ۘ لَکُمۡ فِیۡہَا فَوَاکِہُ کَثِیۡرَۃٌ وَّ مِنۡہَا تَاۡکُلُوۡنَ ﴿۱۹﴾ وَ شَجَرَۃً
تَخۡرُجُ مِنۡ طُوۡرِ سَیۡنَآءَ تَنۡۢبُتُ بِالدُّہۡنِ وَ صِبۡغٍ لِّلۡاٰکِلِیۡنَ ﴿۲۰﴾ وَ اِنَّ لَکُمۡ فِی الۡاَنۡعَامِ لَعِبۡرَۃً ؕ
نُسۡقِیۡکُمۡ مِّمَّا فِیۡ بُطُوۡنِہَا وَ لَکُمۡ فِیۡہَا مَنَافِعُ کَثِیۡرَۃٌ وَّ مِنۡہَا تَاۡکُلُوۡنَ ﴿۲۱﴾ وَ عَلَیۡہَا وَ عَلَی الۡفُلۡکِ تُحۡمَلُوۡنَ ﴿۲۲﴾

آیت:۱۹ ﴿فَاَنۡشَاۡنَا لَکُمۡ بِہٖ جَنّٰتٍ مِّنۡ نَّخِیۡلٍ وَّ اَعۡنَابٍ ۘ﴾ ’’تو ہم نے اس سے پیدا کیے تمہارے لیے کھجوروں اور انگوروں کے باغات‘‘

﴿لَکُمۡ فِیۡہَا فَوَاکِہُ کَثِیۡرَۃٌ وَّ مِنۡہَا تَاۡکُلُوۡنَ ﴿۱۹﴾﴾ ’’ان میں تمہارے لیے بہت سے پھل ہیں اور ان میں سے تم کھاتے ہو۔‘‘

آیت:۲۰ ﴿وَ شَجَرَۃً تَخۡرُجُ مِنۡ طُوۡرِ سَیۡنَآءَ﴾ ’’اور وہ درخت بھی (ہم نے پیدا کیا) جو سینا پہاڑ سے نکلتا ہے‘‘

اس سے زیتون کا درخت مراد ہے جو عام طور پر جزیرہ نمائے سینا کے پہاڑی علاقوں میں بکثرت پایا جاتا ہے۔

﴿تَنۡۢبُتُ بِالدُّہۡنِ وَ صِبۡغٍ لِّلۡاٰکِلِیۡنَ ﴿۲۰﴾﴾ ’’وہ تیل بھی لے کر اُگتا ہے اور کھانے والوں کے لیے سالن بھی۔‘‘

پہلے زمانے میں لوگ روغن زیتون میں روٹی بھگو کر کھاتے تھے۔

آیت:۲۱ ﴿وَ اِنَّ لَکُمۡ فِی الۡاَنۡعَامِ لَعِبۡرَۃً ؕ﴾ ’’اور یقیناً تمہارے لیے ان چوپایوں میں بھی عبرت کا سامان ہے۔‘‘

اگر تم سمجھنا چاہو تو ان میں تمہاری ہدایت کے لیے بہت واضح نشانیاں ہیں۔

﴿نُسۡقِیۡکُمۡ مِّمَّا فِیۡ بُطُوۡنِہَا﴾ ’’ہم پلاتے ہیں تمہیں اس میں سے جو ان کے پیٹوں میں ہے‘‘
اگر ہم گائے یا بھینس کا پیٹ چاک کر کے دیکھیں تو اس کے اندر ہمیں گوبر اور خون ہی نظر آئے گا۔ یہ اللہ کی قدرت ہے کہ انہی آلائشوں کے اندر سے صاف شفاف دودھ پیدا ہوتا ہے جو انسانوں کے لیے بہت بڑی نعمت ہے۔

﴿وَ لَکُمۡ فِیۡہَا مَنَافِعُ کَثِیۡرَۃٌ وَّ مِنۡہَا تَاۡکُلُوۡنَ ﴿۲۱﴾﴾ ’’اور تمہارے لیے ان میں بہت سے فوائد ہیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے بھی ہو۔‘‘

یہ چوپائے بہت سے کاموں میں تمہاری مدد کرتے ہیں۔ تمہارے ساز و سامان کی نقل و حمل میں تمہارے کام آتے ہیں اور تم اپنی غذا میں پروٹین بھی انہی کے گوشت سے حاصل کرتے ہو۔

آیت:۲۲ ﴿وَ عَلَیۡہَا وَ عَلَی الۡفُلۡکِ تُحۡمَلُوۡنَ ﴿۲۲﴾﴾ ’’اور ان (چوپایوں) پر اور کشتیوں پر بھی تم سوار کیے جاتے ہو۔‘‘

فرمان نبویؐ

صبر و شکر کی اہمیت

عَنۡ بُرَیۡدَۃَ رَضِیَ اللہ عَنۡہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((اَللّٰھُمَّ اجۡعَلۡنِیۡ شَکُوۡرًا وَّاجۡعَلۡنِیۡ صَبُوۡرًا وَّاجۡعَلۡنِیۡ فِیۡ عَیۡنِیۡ صَغِیۡرًا وَّفِیۡ اَعۡیُنِ النَّاسِ کَبِیۡرًا)) (رواہ البخاری)

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رب کریم کے حضور اس طرح) گویا ہوتے، اے اللہ! مجھے بہت زیادہ شاکر (نعمتوں پر شکر کرنے والا) اور بہت زیادہ صابر (مصائب پر صبر کرنے والا) اور مجھے خود میری نگاہ میں چھوٹا (خاکسار اور عاجز) اور لوگوں کی نگاہ میں بڑا (معزز اور محبوب) بنا دے۔‘‘

تشریح: راحت و آرام میں اللہ تعالیٰ کے حضور سپاس گزاری اور احسان مندی کا اظہار کرنا اور مصائب و آلام میں صبر و قناعت اختیار کرنا۔ زندگی گزارنے کا وہ ارفع و اعلیٰ تصور ہے جو اسلام نے ہمیں سکھایا ہے۔ قرآن حکیم نے بھی زندگی کا بلند تصور یہ دیا ہے کہ اسے زمین پر تکبر و غرور سے اور فتنہ و فساد پھیلاتے ہوئے نہیں بلکہ عجز و خاکساری اور صبر و شکر سے گزارا جائے اور اس بات کا عملی مظاہرہ اللہ کی بندگی اور اس کے بندوں کی خدمت گزاری میں ہوتا ہے حقیقت میں پرہیزگاری اسی کا نام ہے اور کامیابی کی نوید بھی اسی پر ہے۔

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

میڈیا عوام کی عدالت میں

دنیا میں بہت کم ایسی اشیاء ہوں گی جو کلیتاً شر ہوں۔ اکثر خیر و شر کا ملغوبہ ہوتی ہیں۔ اصل انحصار استعمال کرنے والے پر ہوتا ہے کہ وہ اُس کے خیر سے مستفید ہوتا ہے یا شر میں خود کو ملوث کرتا ہے۔ یہ بات بھی اپنی جگہ حقیقت ہے کہ کسی شے میں خیر غالب ہوتا ہے اور کسی میں شر۔ جیسے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شراب اور جوئے میں کچھ نہ کچھ خیر ہے لیکن ان میں شر غالب ہے۔ ہماری رائے میں میڈیا کا شمار بھی اُن چیزوں میں ہے جن میں شر غالب ہے اگرچہ کچھ نہ کچھ خیر بھی موجود ہے۔ البتہ اُس کا شر دنیا میں گزشتہ کم از کم ڈیڑھ دو صدیوں سے دندنا رہا ہے۔ دن کو رات اور رات کو دن ثابت کرنا، سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ کر دکھانا میڈیا کے لیے عام سی بات ہے۔ جرمنی کا گوئبلز جس کا یہ قول مشہور ہے کہ جھوٹ اتنا بولو کہ سچ کے پاس پسپا ہونے کے سوا کوئی چارہ نہ رہے۔ آج کے میڈیا کے کارنامے اگر گوئبلز سن لے تو شاید یہ کہنے پر مجبور ہو جائے کہ اتنا بھی نہیں ہونا چاہیے۔ بہرحال میڈیا آج اپنے اس کردار کی وجہ سے بے تاج بادشاہ بن چکا ہے۔ میڈیا جنگیں کرا دیتا ہے۔ میڈیا حکومتیں بنا اور گرا لیتا ہے، میڈیا شہرہ آفاق اور نامور شخصیتوں خاص طور پر سیاسی شخصیتوں کو ایسے گراتا اور ذلیل و خوار کر دیتا ہے کہ اُنھیں زمین پناہ نہیں دیتی اور ایسے ایسے لوگوں کو شہرت اور عزت کی بلندیوں پر پہنچا دیتا ہے کہ وہ خود حیرت میں ڈوب جاتے ہیں کہ ہم کہاں پہنچ گئے ہیں۔ دنیا کے اکثر خاص طور پر نام نہاد ترقی یافتہ اور مہذب ممالک میں میڈیا ریاست کے ٹول اور سہولت کار کا رول بھی ادا کرتا ہے۔ ریاستی مفادات کو جھوٹ سچ سے فائدہ پہنچاتا ہے۔ مثلاً ریاست امریکہ نائن الیون سے ہرگز ہرگز اتنے فوائد نہ سمیٹ سکتی اگر میڈیا جھوٹ اور دروغ گوئی کے پُل نہ باندھ دیتا۔ امریکہ افغانستان کے خلاف عالمی اتحاد قائم نہ کر پاتا اگر میڈیا اس کی اندھا دھند پشت پناہی نہ کرتا۔

افسوس کی بات ہے کہ پاکستان کا میڈیا بعض اوقات ریاستِ پاکستان کے تحفظ کی بجائے ریاستی اداروں کے مفادات کے تابع رہتا ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ وقت کی حکومت جس کے ماتحت ریاستی ادارے ہوتے ہیں اِن اداروں کی سرکشی پر حکومت وقت کے خلاف سرگرم ہو جاتا ہے۔ پاکستان کے میڈیا کا نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکی جنگ کو پاکستان کی جنگ بنا دینا ایک ایسا گھناؤنا اور ناقابل معافی جرم ہے جس سے پاکستان جیسے غریب ملک کو اربوں ڈالر کا نقصان ہوا، ہزاروں پاکستانی مارے گئے۔ شمال مغرب میں قبائلیوں اور عام پاکستانیوں کے درمیان دشمنی اور نفرت کی ایسی خلیج حائل ہوگئی جو آج تک بھی صحیح طرح پاٹی نہیں جاسکی۔ اس نام نہاد جنگ میں پاکستان

ہفت روزہ | لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

11 تا 17 رمضان 1441ھ جلد 29
5 تا 11 مئی 2020ء شمارہ 13

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 79-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 600 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

کا میڈیا بِک گیا۔ یہ الزام ہم نہیں لگا رہے بلکہ ہیلری کلنٹن کا یہ بیان آن ریکارڈ ہے کہ امریکہ نے اپنے مفادات کے حصول کے لیے پاکستان کے میڈیا کو پانچ ملین ڈالر دیے تھے۔ آج جب پانی سر سے گزر چکا ہے، پاکستان زبردست جانی اور مالی نقصان اُٹھا چکا ہے اب میڈیا اعتراف کر رہا ہے کہ وہ بے سروپا اور بے ہودہ جنگ ہماری نہیں امریکہ کی تھی۔

پاکستان کا الیکٹرانک میڈیا ٹاک شوز کے نام پر سیاسی جماعتوں کے نمائندوں کو یوں لڑاتا ہے جیسے کسی زمانے میں لوگ مرغ لڑاتے تھے۔ اِن شوز میں اخلاق سے گری ہوئی بے ہودہ گفتگو اور گالی گلوچ بھی ہوتی ہے۔ قومی مفادات کے حوالے سے پاکستان کا میڈیا کبھی کبھار کشمیر کا ذکر تو کر دیتا ہے لیکن محض سرسری انداز میں۔ حقیقت یہ ہے کہ بھارت جو کشمیر میں ڈیموگرافک تبدیلی کی مذموم کوشش کر رہا ہے، بی جے پی کی انتہا پسند ہندو حکومت بھارتی مسلمانوں پر جو ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رہی ہے۔ تبلیغی بھائیوں کے ساتھ جو ناروا سلوک کیا ہے اور کرونا وبا کے حوالے سے مسلمانوں سے جو امتیازی سلوک یہ انتہا پسند ہندو حکومت کر رہی ہے اس پر ہمارے میڈیا نے ایک لفظ نہیں کہا جہاں تک اسرائیل کا تعلق ہے پاکستانی میڈیا خوف سے اُس کا نام نہیں لیتا کہیں یہودی لابی ناراض نہ ہو جائے، کہیں ملٹی نیشنل کمپنیوں کے اشتہارات بند نہ ہو جائیں۔ ظلم وستم کی وہ کون سی قسم ہے جو فلسطینیوں پر آزمائی نہیں گئی۔ اُنھیں بے دردی سے شہید کیا گیا۔ اُنھیں بے گھر کیا گیا۔ اُن کی زمینوں پر قبضہ کیا گیا۔ ساری دنیا سے یہودیوں کو لا کر فلسطینی علاقوں میں آباد کیا گیا۔ لیکن پاکستان کے میڈیا نے قسم اُٹھا رکھی ہے کہ اسرائیل کے خلاف ایک لفظ بھی نہ کہا جائے۔ اِس پر میڈیا خود ہی اپنی کرتوتوں پر غور کرے وگرنہ ہم کچھ کہیں گے تو بات بہت آگے نکل جائے گی۔

اسلام جو پاکستان کا ریاستی مذہب ہے اور پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے اور قائم رہنے کا واحد جواز ہے اُس کے خلاف بھی اپنی مذموم حرکات سے باز نہیں آیا۔ پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ کے نعرے کو ایک نیوز چینل نے پاکستان کا مطلب کیا لکھنے پڑھنے کے سوا سے بدل دیا۔ امن کی آشا بھی اُسی چینل کی اختراع تھی الیکٹرانک میڈیا پر عریانی اور بے حیائی کا پرچار کیا جاتا ہے۔ ایک انتہائی واجب الاحترام عالم دین نے ایک نیوز چینل پر یہ کڑوا سچ بول دیا کہ میڈیا جھوٹ بولتا ہے اور فحاشی پھیلاتا ہے۔ سارا میڈیا محترم کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گیا کیا غلط کہا تھا مولانا نے۔ میڈیا میں اسلامی شعائر کا ذومعنی جملوں سے تمسخر اُڑایا جاتا ہے۔ حقوقِ نسواں بل تمام مکاتبِ فکر کے علماء نے خلافِ شریعت قرار دیا تھا۔ میڈیا نے اُس بل کے حق میں مہم چلائی اور اُس کو قانون کی شکل دینے کی راہ ہموار کی اور اُس بل کے مخالفین کو عورتوں کے حقوق کے مخالف ٹھہرا دیا۔

اب کرونا کی وبا پھیلی ہے تو میڈیا کا دن رات ایک ہی مطالبہ ہے کہ مساجد بند کی جائیں، بیت اللہ بند ہو گیا، مسجد نبوی بند ہو گئی، ہمارے مولوی مساجد بند کرنے کے خلاف ہیں۔ ہم خود اِس بات کے حق میں ہیں کہ جتنی بھی احتیاط ممکن ہے وہ مساجد کی انتظامیہ اور نمازی کریں۔ وضو گھر پر کریں، سنت ونوافل گھر پر ادا کریں، نمازیوں کے درمیان زیادہ فاصلے کی اگر مفتیانِ کرام اجازت دیتے ہیں تو وہ بھی ہونی چاہیے۔ بیمار، بوڑھے اور بچے گھر پر نماز پڑھیں، یہ سب ٹھیک ہے لیکن کیا لوگوں کا اجتماع صرف مساجد میں ہوتا ہے ایسا کیوں نہیں کہا جاتا کہ Ptv کے سوا تمام الیکٹرانک میڈیا بند کر دیا جائے تاکہ میڈیا والے بھی گھروں سے نہ نکلیں اور ہاؤسز میں ہجوم نہ ہو، صرف Ptv وقفہ وقفہ سے اہم خبریں جاری کرتا رہے تاکہ عوام باخبر رہیں۔ جہاں تک سعودی عرب کی مثال دی جاتی ہے کہ وہاں مساجد بند ہیں تو پھر اس بات کو بھی یاد رکھیں کہ سعودی عرب میں میڈیا کس حال میں ہوتا ہے، وہ حال پاکستان کے میڈیا پر بھی طاری کریں۔ میڈیا دوسروں کو نصیحت کرنے سے پہلے اپنے گریبان میں منہ ڈالے۔ ہم ہرگز یہ نہیں کہتے کہ میڈیا کے سوا پاکستان میں سب اچھا ہے لیکن یہ کہے بغیر بھی نہیں رہ سکتے کہ میڈیا نے معاشرے میں عریانی اور بے حیائی کو عام کیا ہے۔ یہ قوم جو اِس وقت بدترین اخلاقی گراوٹ کا شکار ہے۔ اِس کی اگرچہ بہت سی وجوہات ہیں لیکن میڈیا نے اِس حوالے سے بھی کلیدی رول ادا کیا ہے۔

ہم آخر میں بزرگانِ میڈیا سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنا قبلہ درست کر لیں اور میڈیا صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جائے اور اس بات کو سمجھے کہ پاکستان صرف نظریۂ پاکستان کی عملی تعبیر سے قائم رہ سکے گا اور مستحکم ہوگا۔ نظریۂ پاکستان اِس ریاست کی بنیاد ہے یہ بنیاد اگر قائم نہ رہی تو پاکستان قائم نہ رہے گا۔ ہم اس تلخ نوائی پر معذرت کرتے ہیں لیکن ساتھ یہ بھی اعلان کرتے ہیں کہ اگر میڈیا نے اپنی روش نہ بدلی تو پھر ہر حقیقی مسلمان اور محب وطن پاکستانی اُن کے خلاف جہاد کرے گا۔ ان شاء اللہ!

رمضان المبارک اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظ اللہ کے ایک خطاب جمعہ کی تلخیص

مرتب: ابوابراھیم

[آیات قرآنی کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات! رمضان کا بابرکت مہینہ ہم پر سایہ فگن ہو چکا ہے۔ یہ عظیم مہینہ نیکیوں کی فصل بہار ہے۔ اِس میں شیاطین گرفتار کر لئے جاتے ہیں۔ ماحول میں نیکی اور بھلائی کی فضا طاری ہو جاتی ہے، اور نیکی کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کا تہہ دل سے شکر ادا کرنا چاہیے کہ اُس نے ہمیں یہ موسم بہار عطا کیا ہے، اور نیکی کا موقع عطا فرمایا ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں، جو پچھلے سال ہمارے ساتھ تھے، مگر دوران سال وہ وفات پا گئے، اور یہ رمضان انہیں نصیب نہ ہو سکا۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ اِس مہینے کی برکات سے فیض یاب ہوں، نیکیوں کا خزانہ سمیٹیں، اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور بخشش طلب کریں، اُس کو راضی کریں، تا کہ آخرت کی دائمی زندگی میں کامیابی سے ہمکنار ہوں۔ حدیث رسول ﷺ کے مطابق یہ بات بڑی بدنصیبی، محرومی اور بربادی کی ہے کہ کوئی شخص رمضان کا مہینہ پائے اور اپنی مغفرت کا سامان نہ کر سکے۔

قرآن مجید میں روزے کی عبادت کا تفصیلی ذکر سورۃ البقرہ کے 23ویں رکوع میں ہے۔ اس رکوع میں روزے کی حکمت' غرض وغایت' قرآن مجید کے ساتھ تعلق' اس کا اصل حاصل اور احکام اور اعتکاف کے مسائل جیسے موضوعات کو جمع کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا مناسب ہوگا کہ ہم اس رکوع کی چند آیات کا مطالعہ کریں۔ فرمایا:

''مومنو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں۔ جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو'' (البقرۃ:183)

اس آیت میں روزے کی فرضیت کا ذکر ہے۔ اور ترغیب وتشویق کے لیے فرمایا کہ روزہ صرف تمہی پر فرض نہیں کیا گیا ہے' بلکہ سابقہ اُمتوں پر بھی فرض تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی اکرم ﷺ تک جو دین بھیجا ہے وہ اصلاً ایک ہی ہے' یعنی دین توحید۔ اس کے اہم ارکان میں روزہ ہمیشہ سے شامل رہا ہے۔ البتہ عربوں کا معاملہ یہ رہا کہ اڑھائی ہزار سال ان پر ایسے گزرے کہ ان کے ہاں کوئی نبی اور رسول آیا ہی نہیں۔ چنانچہ وہ ان چیزوں سے بالکل ناواقف تھے۔

اس آیت میں روزے کا اصل حاصل اور مقصود تقویٰ بتایا گیا ہے۔ ہمارے دین میں تقویٰ کی بڑی اہمیت ہے۔ تقویٰ تمام خوبیوں اور بھلائیوں کی جڑ اور بنیاد ہے۔ اِس کا محل دل ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک بار قلب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ''تقویٰ یہاں ہوتا ہے'' (مسلم شریف)

تقویٰ اِس احساس کا نام ہے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے' اور ایک دن اللہ کے حضور حاضر ہو کر مجھے اپنے ہر عمل کا حساب دینا ہے۔ یہ احساس پیدا ہو گا تو پھر انسان اپنے طرز عمل کو صحیح بنیادوں پر استوار کرے گا۔ تقویٰ ہو گا تو سارا عمل ٹھیک ہو گا۔ آدمی نماز پڑھے گا تو اس میں خشوع و خضوع ہو گا' شریعت پر نیک نیتی سے عمل کرے گا۔ ورنہ شریعت کو بھی بازیچۂ اطفال بنا لے گا' جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے۔ الغرض انسان کو صراطِ مستقیم پر گامزن رکھنے والی چیز تقویٰ ہے۔ یہ حقیقی کامیابی کے لیے ناگزیر ضرورت ہے۔ قرآن کا مطالعہ کریں' اہل جنت کے تذکرہ میں اُن کی صفت تقویٰ کا ذکر آیا ہے۔ گویا کامیابی کے لیے تقویٰ کو شرط قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً ''(جنت) تیار کی گئی ہے متقین کے لیے'' (آل عمران:133) اور ''کامیابی متقین کے لیے ہے۔'' (النباء: 31) اور فرمایا: ''بے شک متقین جنت میں ہوں گے اور اللہ کی نعمتوں سے متمتع ہو رہے ہوں گے۔'' (الطور: 17) ایک اور مقام پر فرمایا: ''بے شک پرہیزگار بہشتوں اور چشموں میں (عیش کر رہے) ہوں گے۔'' (الذاریات:15)

تقویٰ کی پونجی حاصل کرنے کے لیے دیگر عبادات کے ساتھ ساتھ روزے کی عبادت فرض کی گئی ہے۔ روزہ اور قرآن کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ روزہ سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے' اور اہل تقویٰ ہی کے لئے قرآن مجید ہدایت اور رہنمائی کا سامان ہے۔ جیسے فرمایا: ''یہ وہ کتاب ہے جس (کے منجانب اللہ ہونے) میں کوئی شک نہیں' ہدایت ہے متقین کے لیے۔'' (البقرہ:2)

عام طور پر یہ اشکال اٹھایا جاتا ہے' کہ متقین تو پہلے ہی ہدایت یافتہ ہیں' انہیں ہدایت کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآنی ہدایت سے فائدہ اٹھانے کے لیے تقویٰ کی تھوڑی بہت پونجی کا ہونا ضروری ہے۔ جس شخص کے ضمیر میں زندگی کی تھوڑی سی رمق بھی ہو تو گویا اُس کے اندر تقویٰ کی کچھ نہ کچھ پونجی موجود ہے' اور وہی قرآن سے فائدہ اٹھا سکے گا۔

اگلی آیت کے آغاز میں فرمایا:

''(روزے) گنتی کے چند دن ہیں''۔

اس رکوع کی ابتدائی دو آیات کے بارے میں ایک رائے' جو علامہ انور شاہ کاشمیری کی رائے بھی تھی' یہ ہے کہ ان کا تعلق رمضان کے روزے سے نہیں ایامِ بیض کے روزوں کی فرضیت سے ہے' جو رمضان کے روزوں سے پہلے فرض ہوئے تھے۔ یعنی ہر قمری مہینے کی 13' 14 اور 15 تاریخ کے روزے۔ اِن روزوں کی غرض و غایت تھی کہ لوگوں کو روزے کی عبادت سے مانوس کیا جائے' کیونکہ عرب روزہ سے مانوس نہیں تھے۔ چنانچہ ان تین دنوں کے حوالے سے یہ بات بڑی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں۔ ''جو گنتی کے چند دن ہیں''۔ نبی اکرم ﷺ نے ان تین دن کے روزوں کی تاکید کی ہے۔ گو بعد میں جبکہ رمضان کے روزے فرض کر دیئے گئے' اُن کی فرضیت ختم ہو گئی' مگر اب بھی یہ سنت مؤکدہ کے درجے میں ہیں۔

اسی آیت کے اگلے حصہ میں فرمایا: ''تو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دُوسرے دنوں میں (روزوں کا) شمار پورا کرے''۔ یعنی تمہیں یہ رعایت دے دی گئی' کہ اگر ان تین دنوں میں کوئی شخص بیمار پڑ گیا یا اسے کوئی سفر درپیش ہو گیا تو روزہ چھوڑ سکتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے دورانِ سفر بعض اوقات روزہ چھوڑا بھی ہے اور بعض اوقات رکھا بھی ہے۔ علماء کرام کا کہنا ہے کہ اگر سفر سہولت کے ساتھ ہو اور کوئی مہم درپیش نہ ہو' دشمن کا خوف اور خطرہ اور جہاد و قتال کرنے کا مرحلہ نہ ہو کہ انسان بہت زیادہ تکلیف اور مشقت میں پڑ جائے' تو ایسی صورت میں روزہ رکھ لینا چاہیے' تاکہ وہ اِس ماہ مبارک میں روزہ رکھنے کی فضیلت سے محروم نہ رہے' لیکن یہ بات پیشِ نظر رہنی ضروری ہے کہ اپنے اوپر بے جا سختی نہ کی جائے۔ اور دورانِ سفر جو روزے رہ جائیں دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرنی ہو گی۔ دوسری رعایت یہ کہ ''اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھیں (لیکن رکھیں نہیں) وہ روزے کے بدلے ایک محتاج کو کھانا کھلا دیں''۔ یہ گویا ایک روزے کا فدیہ تھا۔ البتہ بعد میں جب ماہ رمضان کے روزوں کی فرضیت کا حکم آیا تو یہ دوسری رعایت ختم ہو گئی۔ ''اور جو کوئی شوق سے نیکی کرے تو یہ اُس کے حق میں زیادہ اچھا ہے''۔ یعنی جو کوئی اپنی آزاد مرضی سے زیادہ نیکی کا کام کرے۔ یعنی ایک مسکین کے بجائے' دو یا چار مساکین کو کھلا دے تو یہ اُس کے لیے اور بہتر ہے۔ مگر یہ بات یاد رکھئے ''اور اگر سمجھو تو روزہ رکھنا ہی تمہارے حق میں بہتر ہے''۔ (البقرۃ:184) اگر تم پر یہ بات منکشف ہو جائے کہ روزہ رکھنے میں کتنی خیر و برکت ہے تو تم اسے کبھی نہ چھوڑو۔

روزے کے یہ ابتدائی احکام ترغیب و تشویق کے لیے ہیں' تاکہ لوگ روزے سے مانوس ہو جائیں۔ مسکین کو کھانا کھلانے کے حکم کو نبی اکرم ﷺ نے بعد میں صرف ایک صورت میں باقی رکھا۔ وہ یہ کہ کوئی شخص مرض الموت میں مبتلا ہو یا ایسے مہلک مرض کا شکار ہو جس سے شفایابی کی کوئی امید نہ ہو یا کوئی شخص اتنا ضعیف اور بوڑھا ہو کہ وہ روزہ نہ رکھ سکے' تو ایسے اشخاص کے لیے یہ گنجائش ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں' اور فدیہ کے طور پر ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں' لیکن اب کسی تندرست اور بالغ شخص کو یہ اجازت حاصل نہیں کہ وہ روزہ رکھنے کی بجائے مسکین کو کھانا کھلا دے۔

اب آگے ماہ رمضان المبارک اور اُس کے روزوں کی فرضیت کا ذکر آ رہا ہے۔ فرمایا: ''رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا''۔ پہلے ماہ رمضان کا تعارف ہو رہا ہے۔ اسے بقیہ مہینوں پر قیاس نہ کرنا' کیونکہ اس کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی عظیم نعمت نازل ہوئی ہے کہ زمین کے اوپر اس جیسی کوئی نعمت اور اس سے زیادہ فضیلت والی کوئی شے نہیں ہے۔ یہ نعمت اللہ تعالیٰ کا کلام قرآن حکیم ہے۔ اور قرآن کیا شے ہے۔ ''یہ نوعِ انسانی کے لیے ہدایت ہے''۔ اور ہدایت ہی وہ سرمایہ ہے جس کی ہم نماز کی ہر رکعت میں دُعا مانگتے ہیں'' (اے اللہ) تو ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت دے دے''۔

دنیا کی زندگی میں انسان کی سب سے بڑی ضرورت ہدایت ہے۔ اس ضرورت کو اللہ نے قرآن کی شکل میں پورا فرما دیا۔ یہ وہ ہدایت نامہ ہے جو پوری نوعِ انسانی کے لیے ہے۔ اس میں مرد اور عورت' حکمران اور رعایا' عالم اور بے علم' والدین اور اولاد' خاوند بیوی' استاد اور شاگرد' کسان اور مزدور' غرض ہر شخص کے لئے رہنمائی کا وافر سامان موجود ہے۔

قرآن حکیم کی ایک اہم صفت یہ ہے کہ ''اور (قرآن میں) ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور (یہ حق اور باطل کو) الگ الگ کرنے والا ہے''۔ یہ ہدایت کی روشن دلیلوں پر مشتمل ہے۔ اس میں ہدایت کو ہر انداز سے واضح کیا گیا' تاکہ ہر شخص جس میں ذرا بھی طلب ہو' وہ اس سے فائدہ اٹھا سکے۔

اسی سے معلوم ہو گا کہ کیا حق ہے اور کیا باطل ہے؟ یہ پیمانہ ہے جس پر ہر شے کو پرکھا جائے گا کہ کیا چیز درست ہے' کیا غلط ہے؟ کون سا نظریہ درست ہے' کون سا فلسفہ غلط ہے؟ کون سا طرزِ عمل درست ہے' کون سا غلط۔

یہ رمضان اور قرآن کا تعارف تھا۔ اب آیت کے اگلے حصے میں ماہ صیام کے روزے کا حکم دیا گیا:

''تو (اے مسلمانو!) تم میں سے جو کوئی اس مہینے کو پائے' اس پر فرض ہے کہ اس ماہ کے روزے رکھے''۔

یہ ہے صیام رمضان کی فرضیت کا واضح حکم۔ ماہ رمضان کے روزے ہر عاقل و بالغ پر فرض ہیں' خواہ وہ دنیا کے کسی بھی حصے میں رہتا ہو۔ نابالغ شخص پر یا جو ذہنی طور پر بیمار اور عقل سے محروم ہو' روزے فرض نہیں ہیں۔

آگے روزہ کی قضا کا قاعدہ بیان ہوا ہے۔ فرمایا: ''اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دُوسرے دنوں میں (روزہ رکھ کر) اُن کا شمار پُورا کر لے۔ اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا''۔ اس سے پہلے دو رعایتیں دی گئی تھیں۔ ان میں سے ایک کو رمضان کے روزے کے معاملے میں بھی برقرار رکھا گیا۔ وہ یہ کہ جو کوئی حالت سفر میں ہو یا بیمار ہو' وہ روزہ چھوڑ سکتا ہے' لیکن ضروری ہے کہ وہ دوسرے دنوں میں روزہ رکھ کر گنتی پوری کرے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سہولت ہے' کیونکہ وہ تمہارے ساتھ آسانی اور نرمی چاہتا ہے' تم پر سختی نہیں کرنا چاہتا' وہ تمہیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا کہ بیمار ہو' تب بھی روزہ رکھو۔ سفر میں ہو تب بھی رکھو۔ نہیں' ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اسے انسان کی کمزوریاں اور limitations معلوم ہیں۔ ان کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور ان کی رعایت کرتے ہوئے اس نے یہ احکام دیئے ہیں۔ اور تمہیں چاہیے کہ تم تعداد پوری کرو۔ یعنی مہینہ انتیس دن کا ہے تو 29 روزے پورے کرو اور اگر تیس کا ہے تو تیس روزے پورے ہونے چاہئیں۔

آگے فرمایا:

''اور (یہ آسانی کا حکم) اس لئے (دیا گیا ہے) کہ روزوں کا شمار پورا کرلو اور اس احسان کے بدلے کہ اللہ نے تم کو ہدایت بخشی ہے، تم اُس کی بڑائی کرو اور اور تاکہ تم اُس کا شکر ادا کرو۔''

(البقرہ:186)

جس طرح بغیر پیاس کے کوئی پانی پیش کردے، تو نعمت کا احساس نہیں ہوتا۔ اسی طرح اس روزے کی عبادت اور قرآن کے باہم تعامل سے تم گزرو گے تو اس نعمتِ ہدایت کی عظمت کا تمھیں احساس ہوگا۔ پھر اندر کی پیاس یعنی ہدایت کی طلب پیدا ہوگی اور اس حالت میں جب آیات قرآنی کا فیضان ہوگا تو تم صحیح معنوں میں شکر ادا کرو گے۔ کبریائی کا اعلان اور شکر دراصل رمضان کی تکمیل پر شکرانۂ رمضان ہے۔ یہاں لطیف اشارہ عید الفطر کی طرف ہے۔ عید کے موقع پر ہم مسجد آتے جاتے تکبیرات کہتے ہیں اور مسجد میں دو رکعات نماز ادا کرتے ہیں۔ اور ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرسکیں کہ اُس نے ہمیں رمضان کا عظیم اور بابرکت مہینہ عطا فرمایا، اور اِس میں گناہوں سے توبہ اور استغفار کی توفیق بخشی۔

ماہ رمضان کی فضیلت

آنحضور ﷺ نے ماہ شعبان کے آخری روز ماہ رمضان المبارک کی اہمیت، اس کی فضیلت اور برکات کے حوالے سے ایک نہایت جامع خطبہ ارشاد فرمایا، جو حکمت نبوی ﷺ کا ایک عظیم خزانہ ہے۔ رمضان المبارک گزارنے کے لیے ذہن کی تیاری کے حوالے سے یہ خطبہ بہت اہمیت رکھتا ہے۔ نیکیوں کے اس موسم بہار سے فائدہ اٹھانے کے لیے ہمیں پورے شعور اور ادراک کے ساتھ تیاری کرنی چاہیے۔

رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! تم پر ایک بہت عظمتوں والا مہینہ سایہ فگن ہوا چاہتا ہے، یہ بہت بابرکت ہے۔'' برکت سے مراد کسی چیز میں بڑھوتری اور اضافہ ہے۔ اس برکت کا مظہر یہ بھی ہے کہ ''اس مہینے میں ایک رات ایسی آتی ہے جو ہزار راتوں سے بہتر ہے۔'' یہاں قرآن مجید کی سورۃ القدر کا حوالہ ہے۔ ہزار مہینوں کی عبادت ایک طرف اور اس رات کی عبادت ایک طرف ہے۔ یہ موقع اللہ نے دیا ہے، لیکن یہ ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا۔ انسان ارادہ کرلے تو اللہ بھی راستے کھولتا ہے۔

''اللہ تعالیٰ نے اس مہینے میں روزہ رکھنا فرض قرار دیا ہے اور اس کی راتوں میں قیام باعث اجر وثواب ہے۔'' چونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر نرمی رکھی ہے، اس لیے دن کا روزہ تو فرض کردیا گیا، جب کہ رات کے قیام کی ترغیب دلائی گئی۔ قیام اللیل سے مراد قرآن کے ساتھ جاگنا ہے، جس کی سب سے اعلیٰ شکل یہ ہوسکتی ہے کہ ایک شخص رات کا بڑا حصہ اللہ کے سامنے حاضر ہوکر تہجد یا تراویح میں قرآن پڑھتے ہوئے گزارے۔ رات کو صرف کھڑے رہنا یا نوافل پڑھتے چلے جانا مقصود نہیں ہے، بلکہ قیام اللیل سے مراد نوافل میں زیادہ سے زیادہ قرآن حکیم کا پڑھنا ہے۔ شب قدر کی فضیلت کی بنیاد بھی یہی ہے کہ اس میں قرآن نازل کیا گیا۔

رات کا قیام فرض نہیں کیا گیا، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مظہر ہے۔ وہ ہم پر مشکل ڈالنا نہیں چاہتا۔ اُسے معلوم ہے کہ مسلمانوں میں وہ بھی ہیں جو محنت کش ہیں، مزدور ہیں، کسان ہیں، جو سارا دن محنت مزدوری کر کے رات کو جاگ نہیں سکتے، لامحالہ انہیں اپنی نیند پوری کرنی ہے۔ لہٰذا قیام اللیل فرض نہیں کیا گیا، تاہم اس کی بڑی تشویق دلائی گئی ہے۔ حضرت عمر فاروق ؓ کے دور میں باجماعت تراویح کا جو نظام رائج ہوا، اور جسے پوری امت نے قبول کیا، اسی غرض سے تھا کہ مسلمان اکٹھے ہوکر قرآن سنیں، اور اگر پوری پوری رات یا اُس میں زیادہ جاگنا کسی کے لئے ممکن نہ ہو تو بھی قیام اللیل کا اِس قدر حصہ ہر مسلمان کو مل جائے۔ بہت سے صحابہ کرامؓ کا معمول تھا کہ تراویح کے ساتھ ساتھ رات کے آخری پہر بھی قیام کرتے تھے اور آخری عشرہ میں تو نبی اکرم ﷺ اور بہت سے صحابہ کرامؓ کا پوری پوری رات جاگنے کا معمول تھا۔ نبی اکرم ﷺ اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے تھے۔ تاکہ وہ بھی اس کی برکات اور فضیلت سے فیض یاب ہوں۔

''جس کسی نے اس مہینے میں کسی ایک نیکی (غیر فرض عبادت) کے ذریعہ کا اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہا تو وہ ایسے ہے جیسے سال کے دوسرے مہینوں میں اس شخص نے فرض ادا کیا۔ اور جس شخص نے ایک فرض ادا کیا، اس نے گویا سال کے دوسرے مہینے میں ستر فرائض ادا کیے۔'' معلوم ہوا کہ گویا نیکیوں کی لوٹ سیل لگی ہے۔ نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا اجر ستر فرائض کے برابر دیا جا رہا ہے، اور ستر کا عدد بھی کثرت کے لئے آیا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ نیکی کا اجر اِس سے بھی زیادہ عطا کرتا ہے، اور روزے کے اجر وثواب کا تو کوئی شمار نہیں۔ حدیث قدسی ہے، روزہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔

''یہ صبر کا مہینہ ہے''۔ روزے کی حالت میں انسان کو بھوک اور پیاس لگی ہو، بہترین کھانے اور ٹھنڈے مشروبات سامنے ہوں، لیکن پھر بھی وہ اپنے آپ کو ان سے روکے رکھتا ہے۔ اسی طرح جنسی خواہش کو پورا کرنے کی بھی ممانعت ہے۔ ایک صبر تو یہ ہے۔ لیکن ایک دوسری قسم کا صبر بھی ہے، جس سے مراد جھوٹ بولنے اور گناہ کے کاموں سے بچنا ہے۔ اس کے بغیر بھی روزہ مکمل نہیں ہوتا۔ احادیث کی رو سے جس شخص نے روزے کے دوران بھی جھوٹ بولنا اور گناہ کے کاموں کو ترک نہ کیا تو اللہ کو اس کی کوئی حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔ اس طرح درحقیقت اس نے فاقہ کیا ہے۔

آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں کہ انہیں اپنے روزے سے سوائے بھوک (اور پیاس) کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اور کتنے ہی رات کو قیام کرنے والے بھی ایسے ہیں جنہیں سوائے شب بیداری کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔''

اگر کوئی شخص قرآن تو سن رہا ہے لیکن اپنے ضمیر کے دروازے کھولنے کے لیے تیار نہیں ہے تو اس کے لیے یہ محض شب بیداری ہے۔ چنانچہ اس مہینے کی برکات سے فائدہ اٹھانے کے لیے ذہنی اور نفسیاتی تیاری بھی ضروری ہے۔

آپؐ نے صبر کے اجر کی وضاحت بھی فرمائی کہ: ''صبر کا بدلہ جنت ہے۔'' صبر اصل میں پورے دین کا ایک جامع عنوان ہے۔ اگر صبر کے مفہوم کو کھولا جائے تو گناہوں سے رکنا بھی صبر ہے، اطاعت پر کاربند ہونے کے لیے بھی صبر اور استقامت درکار ہے، جبکہ توکل کو بھی اس عنوان کے تحت واضح کیا جاسکتا ہے۔ سب سے بڑا صبر یہ ہے کہ آدمی دنیا کے بجائے آخرت کو اپنی منزل بنا لے۔ سارا صبر اس کے اندر سمٹ آتا ہے۔ قرآن مجید میں بعض جگہوں پر بیان ہوا ہے کہ اہل جنت اس وجہ سے جنت میں داخل ہوں گے کہ انہوں نے دنیا میں صبر کیا تھا۔

اور آگے فرمایا: ''اور یہ باہمی ہمدردی اور غم گساری

کا مہینہ ہے۔'' وہ لوگ جن کے کھانے کے اوقات مقرر ہیں، جب روزے رکھتے ہیں تو انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ بھوک اور فاقہ کسے کہتے ہیں، اور وہ لوگ کہ جنہیں دو وقت کی روٹی میسر نہیں، ان کی کیفیت کیا ہوتی ہے! اور اِس طرح اُن میں ہمدردی اور غمگساری کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔

''اور یہ مہینہ وہ ہے جس میں مومن کے رزق میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔'' یہ وہ پہلو ہے جو مادہ پسند اور مادیت پرست لوگوں کو نظر ہی نہیں آ سکتا۔ ان کے نزدیک تو اس مہینے میں قوتِ کار کم ہوتی ہے، دفتر کے اوقات کار بھی کم ہوتے ہیں لہٰذا آمدنی میں بھی کمی ہو گی، لیکن یہ ساری باتیں سطحی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان چیزوں کا محتاج نہیں ہے۔ وہ مسبب الاسباب ہے۔ وہ وہاں سے رزق پہنچاتا ہے جہاں سے ہمیں گمان بھی نہیں ہوتا۔

''اگر کوئی شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کروا دے (صرف یہی نہیں کہ اپنے دوست احباب کو بلایا جائے، بلکہ غرباء، مساکین اور محتاجوں کا روزہ افطار کروا دے) تو اس کا یہ عمل اس کے گناہوں کی بخشش اور اس کی گردن کو آگ سے چھڑانے کا موجب بنے گا۔ اور اسے روزہ دار کے برابر ثواب ملے گا، اور روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی بھی نہیں کی جائے گی۔'' گویا دونوں پہلوؤں سے وضاحت کر دی گئی کہ افطار کروانے والے کو روزہ دار کے برابر اجر ملے گا، جبکہ روزہ دار کا اجر اپنی جگہ پورا محفوظ ہے۔

آنحضورﷺ سے عرض کیا گیا، اے اللہ کے رسولﷺ! ہم میں سے ہر شخص میں تو اتنی استعداد نہیں کہ وہ کسی روزہ دار کو افطار کروائے۔'' رسول کریمﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ یہ اجر و ثواب اس شخص کو بھی عطا کرے گا جو دودھ یا پانی کے ایک گھونٹ سے کسی روزہ دار کو افطار کرائے۔'' یعنی جسے اور کچھ میسر نہیں ہے وہ صرف پانی یا دودھ کے ایک گلاس میں ہی اپنے روزہ دار بھائی کو شریک کرلے تو اسے پورا اجر ملے گا۔ اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ افطاری میں اپنے لیے تو انواع واقسام کی چیزیں ہوں، جبکہ روزہ دار کو دودھ کے ایک گھونٹ پر افطار کروا دیا جائے۔

''اور جو روزہ دار کو پیٹ بھر کھانا کھلا دے، اللہ تعالیٰ اسے میرے حوض (کوثر) سے ایسا مشروب پلائے گا کہ پھر جنت میں داخلے تک اسے پیاس نہیں لگے گی۔'' محتاجوں کو افطار کرانے اور کھانا کھلانے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ معاشرے سے طبقاتی کشمکش ختم ہو جاتی ہے۔

''اور یہ مہینہ وہ ہے جس کا پہلا حصہ رحمت ہے، اور درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ جہنم سے نجات ہے۔'' یہ وہ ہدف ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے معین فرمایا ہے کہ اپنے آپ کو اس عذاب الیم سے بچاؤ جو ہر انسان کا منتظر ہے۔

اپنے خطبے کے آخر میں آنحضورﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اور جو شخص اس مہینے میں اپنے غلام اور خادم کے کام میں تخفیف کرے گا'' (یعنی اس خیال سے کام کے بوجھ کو ہلکا کرے گا کہ یہ روزہ دار ہے اور معمول کی مشقت گھٹا دے گا) تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دے گا اور اسے جہنم سے چھٹکارا دلا دے گا۔''

یہ خطبۂ مبارک رمضان آنے سے قبل آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ ہمیں اس پر عمل کرنا چاہیے تاکہ رمضان المبارک کی زیادہ سے زیادہ برکات حاصل کی جا سکیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ماہ رمضان کی مبارک ساعتوں سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

بقیہ: تذکیری گفتگو: کرونا وائرس

وبا مصر میں داخل ہوئی تو ہلاکتوں کے انبار لگ گئے۔ پھر لوگوں نے قیام اللیل، روزہ، صدقہ، توبہ اور وعظ کو لازم پکڑا۔ اپنے بچوں اور بیویوں سمیت گھروں کو چھوڑا اور مساجد میں پناہ لی تو بہت فائدہ ہوا۔ نبی اکرمﷺ کا ارشاد ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین جگہیں مساجد ہیں''۔ چنانچہ مسجدوں کو آباد کرنے والے دنیوی فتنوں سے محفوظ رہتے ہیں۔

اس موقع پر میں آپ کی توجہ اس طرف بھی مبذول کرانا چاہوں گا کہ کون نہیں جانتا کہ بھارت ایک عرصے سے کشمیریوں کی جدوجہد آزادی کو تشدد اور ریاستی دہشت گردی سے دبانے کی کوشش کر رہا تھا۔ گزشتہ سال 5 اگست کو مودی سرکار نے اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کے لیے کشمیر کی خصوصی حیثیت ختم کر دی اور کشمیر میں ظلم وستم اور وحشت و درندگی کا نیا دور شروع ہو گیا۔ کشمیر میں مکمل لاک ڈاؤن کر دیا گیا۔ دنیا سے اس کے رابطے کو منقطع کر دیا گیا۔ کشمیریوں کی چیخ وپکار کو دنیا میں کسی نے قابل توجہ نہ سمجھا۔ اس لاک ڈاؤن کی وجہ سے کشمیریوں کی بے بسی دیدنی تھی۔ کوئی ان کی مدد کو نہیں پہنچ رہا تھا تو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ سامنے آ گیا۔ آج کشمیر کا لاک ڈاؤن کرنے والے اور ان کی بے بسی کا تماشا دیکھنے والے اپنا لاک ڈاؤن خود کر رہے ہیں۔ کشمیریوں کو ایک دوسرے سے ملنے نہیں دیتے تھے، آج آپس میں معانقہ ہی نہیں مصافحہ کرنے سے بھی خوف زدہ ہیں۔ سکول، کالج، دفاتر یہاں تک کہ عبادت گاہوں پر تالے لگا کر گھروں میں قید ہو گئے ہیں۔ عیش کدے ہی نہیں، بازار بھی ویران ہو گئے ہیں۔ خدا کی لاٹھی بے آواز ہے۔ عبرت کا مقام ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار!

تو حاصل کلام یہ کہ یہ وقت اللہ کی طرف رجوع کرنے، توبہ و استغفار کرنے اور اپنی زندگیوں کا رخ صراط مستقیم کی جانب پھیرنے کا ہے۔ اس کے ساتھ مناسب ہو گا کہ ہم توبہ کی منادی کرنے والے بھی بن جائیں اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ بھرپور طور پر انجام دیں۔ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کو عملاً نافذ کر کے اپنے رب کو راضی کر لیں۔ رفقائے تنظیم اسلامی سے خاص طور پر گزارش ہے کہ وہ ''دعوت رجوع الی اللہ'' کو ایک مہم کے طور پر اختیار کریں اور زیادہ سے زیادہ انفرادی رابطوں کے ذریعے لوگوں کو توبہ و انابت اور رجوع واستغفار کی طرف توجہ دلائیں تاکہ اللہ کی روٹھی ہوئی رحمت ہم سب کے شامل حال ہو جائے۔

چمن کے مالی اگر بنا لیں موافق اپنا شعار اب بھی
چمن میں آ سکتی ہے پلٹ کر چمن سے روٹھی بہار اب بھی!

دعائے صحت کی اپیل

☆ تونسہ شریف کے سابق نقیب اسرہ رستم جہانگیر کے والد کو جگر کا کینسر تشخیص ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔

قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُکَ شِفَاءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا

تذکیری گفتگو: کرونا وائرس

حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ
امیر تنظیم اسلامی

﴿مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰہِ یَھْدِ قَلْبَہٗ ط﴾ (التغابن:۱۱)

﴿مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَھَا ط اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ ﴿۲۲﴾﴾ (الحدید)

﴿ظَھَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا کَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ لِیُذِیْقَھُمْ بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوْا لَعَلَّھُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۴۱﴾﴾ (الروم)

﴿وَمَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ ﴿۳۰﴾﴾ (الشوریٰ)

رفقائے محترم! ان آیات مبارکہ کا حاصل یہ ہے کہ کوئی بھی مصیبت جو آتی ہے وہ بغیر اذن رب نہیں آتی‘ اس کی مشیت کے بغیر نہیں آ سکتی۔ سورۃ الحدید کی آیت 22 میں اس بات کو مزید واضح فرمایا کہ کوئی بھی مصیبت جو زمین میں یا تمہاری جانوں پر آتی ہے اس کے معرضِ وجود میں آنے سے قبل اس کی پوری تفصیل اللہ تعالیٰ کے علم قدیم میں پہلے ہی سے موجود ہوتی ہے۔ اور سورۃ الروم میں فرمایا کہ بحر و بر میں جو فساد برپا ہو گیا ہے یہ لوگوں کے ہاتھوں کی کمائی کا نتیجہ ہے‘ یعنی جیسے ہمارے اعمال ہوتے ہیں اسی کے مطابق اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہمارے حق میں فیصلے صادر فرماتے ہیں۔ مزید فرمایا کہ اس کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ وہ لوگوں کو ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے‘ ممکن ہے کہ وہ اللہ کی نافرمانی سے باز آ جائیں۔ دوسری جگہ فرمایا کہ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ یعنی یہ آفاتِ ارضی وسماوی ہمارے بعض اعمال کا بدلہ ہے جبکہ ہمارے اکثر گناہوں سے تو وہ درگزر فرما دیتا ہے۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ ’’جب بھی کسی قوم میں بے حیائی اعلانیہ ہونے لگتی ہے تو ان میں طاعون اور ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں میں نہیں ہوتی تھیں۔‘‘

رفقائے محترم! اس پس منظر میں اپنے معاشرے پر نگاہ ڈالیے تو یہ وبائیں اور بلائیں بحیثیت مجموعی ہماری اپنی بداعمالیوں کا نتیجہ ہیں‘ لہٰذا ان سے نجات کے لیے ہمیں فوری طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ توبہ اور استغفار کرنا چاہیے‘ اپنے گناہوں پر گڑگڑا کر معافی مانگنی چاہیے۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ

اور

لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

کا کثرت سے ورد کرنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ صبح وشام کے اذکارِ مسنونہ کا اہتمام کیا جائے۔ خاص طور پر مندرجہ ذیل دعائیں صبح وشام تین تین بار پڑھنا معمول بنالیں:

(1) بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

(2) اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ

(3) فَاللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًا وَّھُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ

(4) اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَدَنِیْ، اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ سَمْعِیْ، اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَصَرِیْ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ. اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْکُفْرِ وَالْفَقْرِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ

(5) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ العفو والْعَافِیَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَسْأَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَاَھْلِیْ وَمَالِیْ، اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِیْ وَآمِنْ رَوْعَاتِیْ،

توبہ واستغفار‘ اذکارِ مسنونہ اور دوسری مسنون دعاؤں کے اہتمام کے ساتھ ساتھ ماحولیات کے ماہرین کی جانب سے جن احتیاطی تدابیر کی ہدایت کی گئی ہے ان کو بھی ملحوظ رکھا جائے۔ یہ احتیاطی تدابیر ہوں یا علاج معالجہ کا اہتمام یہ سب سنت کے عین مطابق ہے‘ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے طاعون کی وبا کی صورت میں جہاں یہ وبا پھیلی ہو اس میں باہر سے اس جگہ جانے سے منع فرمایا ہے بلکہ جو لوگ وہاں موجود ہوں انہیں بھی اس جگہ سے باہر نکلنے سے منع فرمایا۔ اسی بنیاد پر حضرت عمر فاروق ؓ نے شام نہ جانے کا فیصلہ فرمایا جب کہ وہ ایک سرکاری دورے پر شام جا رہے تھے اور وہاں طاعون کی وبا پھیل گئی تھی۔ اس پر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح ؓ کے اعتراض پر حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر کی طرف واپس جا رہے ہیں۔ تو یہ اسلام کی تعلیمات ہیں۔ اس ضمن میں اصولی رہنمائی بھی نبی اکرم ﷺ نے ہمیشہ کے لیے ہمیں عطا فرما دی۔ ایک شخص اپنی اونٹنی کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا: کیا میں اسے باندھ دوں یا توکل کرتے ہوئے کھلا چھوڑ دوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اعقلھا ثم توکل کہ اسے باندھو اور توکل کرو۔ یعنی احتیاطی تدابیر اختیار کر کے اللہ پر توکل اختیار کیا جائے۔ پھر اگر وبائی مرض میں موت آ جائے تو اللہ کی مشیت ہے اور طاعون کی بیماری میں مرنے والے کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شہید کہا ہے۔ لیکن یہ پیش نظر رہے کہ وہاں جانے سے منع بھی فرمایا ہے‘ تو اس حوالے سے جو بھی احتیاطی تدابیر ہیں وہ ضرور اختیار کی جائیں۔ یہ اسلامی تعلیمات کے خلاف نہیں بلکہ عین اسلامی تعلیمات ہیں۔ البتہ اس کی آڑ میں بعض لوگ اپنے مذموم عزائم پورا کرنا چاہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے فضل وکرم سے تاحال پاکستان میں ایسی کوئی صورت حال نہیں ہے کہ مساجد میں باجماعت نمازوں سے روکا جائے یا اجتماعات جمعہ پر پابندی عائد کی جائے۔ ہمیں حتی المقدور کوشش کرنا ہوگی کہ مسجدیں آباد رہیں۔ یاد رہے کہ 764 ہجری میں جب طاعون کی (باقی صفحہ 8 پر)

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق

1

اے مشرق کے لوگو! اب کیا کرنا چاہیے؟

شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ کے فارسی کلام میں سب سے اہم 'اسرارِ خودی' اور 'رموزِ بیخودی' ہے۔ یہ کتاب انہوں نے دیارِ مغرب سے حصولِ تعلیم کے بعد وطن مراجعت پر مغرب کے فکر و فلسفہ اور بے خدا تہذیب کے ہولناک نتائج کو کھلی آنکھوں سے دیکھ کر دکھ بھرے انداز میں لکھی۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ مغرب نے سترھویں صدی میں ایک خاص مقصد کے تحت اجتماعی سطح کے معاملات میں مذہب کو بے دخل کر دیا اور مذہب و حکومت یا مذہب و ریاست کو جدا کر دیا، جس پر علامہ اقبالؒ نے اردو میں وہ مشہور شعر فرمایا تھا کہ ؎

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

مغرب میں دو صدیوں بعد علامہ اقبالؒ نے حکومتی اور ریاستی سطح پر یورپ میں اخلاق، انسان دوستی، انسانی اقدار، ضمیر (CONSCIENCE) کا شدید بحران محسوس کیا۔ صاف ظاہر ہے کہ انسانوں کی اصلاح اور سکونِ قلب کا ذریعہ تو مذہب ہے۔ جب مغرب نے مذہب و ریاست کو جدا کر دیا تو اچھے انسان، اچھے حکمران، با اخلاق اشرافیہ اور اچھا نظامِ تعلیم کہاں سے آئے گا۔ لہٰذا علامہ اقبالؒ نے آسمانی ہدایت یعنی قرآن مجید کی تعلیمات کی روشنی میں مغرب کو انسان کی حقیقت یعنی خودی کی معرفت اور حقیقی انسان کے اعلیٰ مقام و کمالات سے مغرب کو آگاہ کیا، جس کتاب نے مغرب کے سیکولر اور گرے ہوئے معاشرے میں موجود اقل قلیل 'باضمیر' انسانوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ یہاں تک کہ برطانیہ میں علامہ اقبالؒ ہی کے استاد پروفیسر نکلسن نے اپنے شاگرد علامہ اقبالؒ کی اس چشم کشا اور 'ضمیر آفرید' کتاب کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ جس کی مغرب کے باضمیر طبقات میں پذیرائی ہوئی اور ان خیالات کے 'دیر سے آنے' پر شکوہ بھی کیا کہ 'بیمار' تو تریاق کے آنے سے پہلے سیکولرازم کے زہر سے جاں بلب ہے، اب اس کا فائدہ نہیں۔ علامہ اقبالؒ کے اسی فارسی کلام میں ایک مثنوی 'پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق' ہے۔ اس مثنوی میں سے ہم ان صفحات میں حکمتِ کلیمی، حکمتِ فرعونی، لا الٰہ الا اللہ، فقر، مردِ حر، در اسرارِ شریعت، حرفے چند با اُمتِ عربیہ کی تشریح قارئین تک پہنچا چکے ہیں۔ اب اسی مثنوی کا ایک ذیلی حصہ پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق ___ یعنی سیکولرازم کے زہر کی ہلاکت سے بچ جانے والے اہلِ مشرق (آسمانی مذاہب کے ماننے والوں اور بالخصوص اہلِ اسلام) کو اب کیا کرنا چاہیے، پیشِ خدمت ہے۔ اسی پوری مثنوی کا آغاز علامہ اقبالؒ نے ان چار اشعار سے کیا ہے۔ عنوان ہے 'بخوانندۂ کتاب' یعنی 'ہر قاری کی خدمت میں'

بخوانندۂ کتاب

سپاہِ تازہ برانگیزم از ولایتِ عشق — کہ در حرم خطرے از بغاوتِ خرد است
زمانہ ہیچ نداند حقیقت او را — جنوں قباست کہ موزوں بقامتِ خرد است
بآں مقام رسیدم چو در برش کردم — طوافِ بام و درِ من سعادتِ خرد است
گماں مبر کہ خرد را حساب و میزاں نیست — نگاہِ بندۂ مومن قیامتِ خرد است

مغرب نے عقلیت پرستی (RATIONALISM) کے زہر سے متاثر ہو کر سیکولرازم اختیار کیا اور انسانی اخلاق و کردار اور ضمیر (CONSCIENCE) اور MORAL VALUES سے تہی دامن ہو گئے ہیں۔ دیارِ مغرب میں رہ کر وہاں سے تازہ خیالات اور قرآنی دلائل (کی تازہ فوج) لایا ہوں کہ مسلمانوں کے ہاں بھی عقل و خرد نے بغاوت کر دی ہے۔ ابھی دنیا اس بات کو نہیں سمجھتی کہ 'خرد' حرفِ آخر نہیں ہے بلکہ خرد کی انتہا پر ایک 'جنون' اور عشق (یعنی ایمان اور خالقِ حقیقی کی معرفت و محبت) کا لبادہ ہی عقل کو خوبصورتی بخشتا ہے۔ اس جنون اور خالقِ حقیقی کی محبت و معرفت (اسرارِ خودی و رموزِ بیخودی) سے میں اس مقام بلند تک پہنچا ہوں کہ عقل و خرد میرے (افکار کے) گرد طواف (والہانہ پیروی) کو اپنی سعادت سمجھتی ہے۔ اے بھٹکے ہوئے انسان یہ کبھی خیال نہ کرنا کہ عقل کسی حدود و قیود کی پابند نہیں بلکہ خودی کے اسرار سے واقف اور بے خودی کی وادی میں خالقِ حقیقی کی معرفت و محبت سے سرشار مردِ مؤمن (اور حضرت محمد ﷺ کا سچا اُمتی ہی) خرد کے لیے ایک معیار ہے، جس کے مطابق انسانوں کے لیے قیامت کے دن اچھائی برائی کے فیصلے ہوں گے۔

---

1 آدمیّت زار نالید از فرنگ — زندگی ہنگامہ برچید از فرنگ

اولادِ آدم یعنی کل انسانیت فرنگیوں (کے سیکولر افکار و نظریات) کی وجہ سے زار و قطار رو رہی ہے کہ پُر سکون انسانی زندگی کے بحر ہیں فرنگی (مغربی افکار، فکر و فلسفہ، بے خدا سائنس، EIC کی ہوسِ ملک گیری اور تاجرانہ اندازِ حکومت) کی وجہ سے انسانیت کے لیے ہنگامے برپا ہو چکے ہیں

1۔ 1750ء کے بعد مغرب تمام دنیا کے متمدن علاقوں پر قابض ہو چکا تھا اور اس نے یہ قبضہ رومی اور یونانی ظالمانہ تشدد سے حاصل کیا تھا ★ پھر دنیا بھر کی دولت لوٹی اور اپنا سیکولر نظام دنیا بھر میں جاری کرنے کے منصوبے بنائے، جیسے جیسے یہ غلبہ مستحکم ہوا اور اقوامِ مشرق یورپی اقوام کے ماتحت آئیں انسانیت اور انسانی اقدار کا جنازہ نکل گیا، جان بوجھ کر ایسے فلسفے تراشوائے گئے کہ انسان بندر کی اولاد ہے اور انسان صرف فرج و بطن کے تقاضے پورے کرنے کے لیے پیدا ہوا ہے پھر باہمی خانہ جنگی سے برطانوی بادشاہت (فرنگ اور یہود) نے باقی یورپی اقوام پر غلبہ پا لیا، ہر چہار طرف خدا بےزاری پھیل گئی اور انسان دوستی، اخلاق دوستی دم توڑ نے لگی۔

★ سیموایل پی ہنٹنگٹن 'تہذیبوں کا تصادم' صفحہ 42

کرونا وائرس کے بعد......

ابوالحسن

عالمی سطح پر بیسویں صدی سے آج تک جو جنگیں ہوئیں یا واقعات اور سانحات پیش آئے، اسلام دشمن قوتوں نے کس طرح اُن سے فوائد حاصل کیے اور عالمی سطح پر اپنی گرفت کو کس طرح مضبوط کیا اور عالم اسلام کو کس قدر زک پہنچائی۔ یہ تاریخ کے طالب علم کے لیے بڑا اہم ہے۔ وہ اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ 1897ء میں Protocols of the Elders of Zion سامنے آنے کے بعد مذکورہ واقعات پیش آئے اور اب بھی اس طرح آ رہے ہیں جیسے دانوں کی کسی لڑی سے ایک ایک دانہ اپنی باری پر گر رہا ہو۔ تازہ ترین واقعہ کرونا وائرس کا دنیا بھر کو اپنی لپیٹ میں لے لینا ہے۔ ہم مکرر عرض کریں گے کہ ہمارا اصرار یہ نہیں ہے کہ یہ وبا آسمانی آفت نہیں ہے یا انسانی شرانگیزی ہے اصل میں ہم اپنے مسلمان بھائیوں کی توجہ اس طرف مبذول کروانا چاہتے ہیں کہ اسلام دشمن قوتیں وبا کی آڑ میں کیا مفادات حاصل کرنا چاہیں گی؟ وہ یقیناً اپنے اہداف کی طرف بڑھیں گی اور بڑھتی ہوئی نظر بھی آ رہی ہیں جو اُن کے لیڈران کے بیانات اور بعض اقدامات سے واضح ہو رہا ہے۔ پہلے یہ جان لیجیے کہ اُن کے حتمی اہداف ہیں کیا، جن پر اُنھوں نے ایک عرصہ دراز سے اپنی نظریں گاڑھی ہوئی ہیں۔ ان ہی اہداف کی طرف بڑھنے کے لیے وہ دنیا میں واقعات اور حادثات پلان کرتے ہیں یا وہ قدرتی طور پر وقوع پذیر ہو جائیں تو اُن کی آڑ میں آگے بڑھتے ہیں۔

1۔ آئیڈیل ہدف ہے ایک گلوبل گورنمنٹ (عالمی حکومت) کا قیام، جس کی نوعیت مطلق العنان پولیس سٹیٹ کی سی ہو۔

2۔ موجودہ اقتصادی نظام کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکنا۔

3۔ عالمی سطح پر انسانی نگرانی کا میکنزم۔

4۔ سماجی وثقافتی تبدیلی (ایک نیا نویلہ سماج)

یہ قوتیں اس سب کچھ کے لیے ایک چومکھی لڑائی لڑ رہی ہیں، جس میں عسکری جنگ، لاک ڈاؤن، کرفیو، اقتصادی اتھل پتھل، فحاشی اور عریانی کا سیلاب، آئی ٹی جنگ بالآخر مذکورہ عالمی حکومت کا قیام۔

ہم جو کچھ آپ کے سامنے پیش کریں گے وہ ہوائی باتیں یا Conspiracy Theories نہیں ہوں گی بلکہ نادیدہ قوتوں کے نمائندوں کے بیانات اور حکومتی اقدام کا ذکر ہوگا جو ایک عرصہ سے سامنے آ رہے ہیں۔

ہنری کسنجر نے 1974ء میں نیشنل سیکورٹی کونسل سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

Depopulation should be the highest priority of the US foreign policy towards the Third world.

ترجمہ: ”امریکی خارجہ پالیسی کی اوّلین ترجیح تیسری دنیا کے ممالک کی آبادی میں کمی ہونی چاہیے۔“

3اپریل 2020ء کے وال سٹریٹ جنرل میں ہنری کسنجر کا اوپینین پیس جس میں کہا گیا کہ ”نیو ورلڈ آرڈر کو بچانے کے لیے ایک عالمی حکومت کی ضرورت ہے اور ہم کرونا ورلڈ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

جیرڈ کشنر کا یہ بیان کہ امریکہ پورے ملک میں ایک سرویلنس پروگرام شروع کرنے کا سوچ رہا ہے کہ کرونا وائرس کا مقابلہ کیا جا سکے۔

برطانیہ کے سابق وزیراعظم گورڈن براؤن کا بیان کہ کرونا وائرس کے خلاف لڑنے کے لیے ایک عالمی حکومت کی ضرورت ہے۔

جے پی مورگن اور فوبز کے مطابق کرونا وائرس کی وجہ سے دنیا کی اکانومی کو کم از کم پانچ ٹریلین ڈالرز کا نقصان ہوگا۔

بلوم برگ میگزین کے مطابق کرونا وائرس دنیا کی معیشت میں گریٹسٹ ڈپریشن لائے گا۔

اکانومسٹ میگزین کے حالیہ شماروں کے سرورق پر دنیا کی تباہی کے نقوش اور پھر یہ کہنا کہ کاغذی کرنسی کے خاتمے کا وقت آ چکا ہے۔

ورلڈ بینک کا یہ کہنا کہ کرونا وائرس کی وجہ سے تقریباً دنیا کی آدھی آبادی بدترین غربت میں دھنس جائے گی۔

دنیا میں ایک ورچوئل انداز زندگی اپنانے کا آغاز ہو جانا یہاں تک کہ عیسائی تہوار ایسٹر کو بھی پوپ کی زیر سرپرستی ورچوئل طور پر منایا جانا۔

پوری دنیا میں تیل کا بدترین بحران سامنے آ جانا۔

بائیوٹیک (ایسی کمپنیاں جن کا بزنس یہ ہے کہ وہ جینیاتی حوالے سے تحقیق کرتی ہیں، جینیاتی چیزیں بناتی ہیں اور جینیاتی مسائل کے حل فراہم کرتی ہیں)، نینوٹیک (ایک ایسی ٹیکنالوجی جو چھوٹے سے چھوٹے ٹیکنالوجی ذرائع بناتی ہے۔ ان چیزوں کا حجم صرف خوردبین سے دیکھنا ممکن ہے کیونکہ فرد کی آنکھوں سے انھیں دیکھنا ناممکن ہے۔ آج کل کمپیوٹر اور موبائل کی تمام اسیمریز میں نینوٹیک ڈیزائن استعمال کیا جاتا ہے) اور آئی ٹی کمپنیوں کا ایک دم عروج پر آ جانا۔

دنیا بھر کے میڈیا کی جانب سے کرونا وائرس اور اس کے بعد کی دنیا کی انتہائی مایوس کن تصویر کشی کرنا۔

یہ سب چیزیں ایک سوچی سمجھی منصوبہ بندی کو ثابت کرتی ہیں۔

ڈیپ سٹیٹ کی اصطلاح 1990ء میں سامنے آئی۔ اس اصطلاح کا سمجھنا مشکل نہیں البتہ سمجھانا مشکل ہے یعنی ملکی اور بین الاقوامی سطح پر ایسی قوتیں جو واضح طور پر سامنے نہ آئیں لیکن پس پردہ وہ ڈوریاں ہلائیں اور ظاہری اور نظر آنے والے حکمران اُن کی بات کو تسلیم کرنے اور اُس کے مطابق عمل کرنے پر مجبور ہوں۔ یہ پس پردہ قوتیں حکومتیں بنانے اور گرانے میں بھی اہم اور کلیدی رول ادا کرتی ہیں۔

دنیا بھر میں رونما ہونے والے واقعات اور سانحات کو کس طرح یہ پوشیدہ قوتیں اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتی ہیں، قرائن یہ ظاہر کرتے ہیں کہ کرونا وائرس سے دنیا کے اکثریتی ممالک کی معاشی حالت کو بُری طرح بگاڑ دیا جائے گا۔ خاص طور پر مسلمان اور تیسری دنیا کے ممالک کی معیشت تباہ و برباد کر دی جائے گی۔ ان کی اس کمزوری سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اِن سے غیر مقبول فیصلے کرائے جاتے ہیں۔ حکمرانوں اور عوام کے درمیان ایسے فیصلوں سے دوری پیدا ہو جاتی ہے۔ حکمران اپنے اقتدار کو قائم و دائم رکھنے کے لیے عوام کی بجائے ان نادیدہ قوتوں پر انحصار کرتے ہیں اور اکثر اپنے ملک کے مفاد کو بھی داؤ پر لگا دیتے ہیں۔

یہ عالمی قوتیں مختلف ممالک میں وہاں کے حکمرانوں سے ساز باز کر کے ایسی زمینوں پر قبضے کر لیتے ہیں جنھیں وہ اپنے تخریبی کارروائیوں اور سازشوں کی

آماجگاہ بنا لیتے ہیں۔ دوسرے ممالک کے قدرتی وسائل ڈائریکٹ یا اِن ڈائریکٹ قبضہ کر لیتے ہیں اور اِن وسائل ان ہی ممالک کے خلاف استعمال کرتے ہیں۔ جدید ٹیکنالوجی سے دوسرے ممالک اندرونی خبریں حاصل کرتے ہیں۔ آج کل 5G ٹیکنالوجی کا نام بھی زبان زدعام ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ 5G ٹیکنالوجی کو بھی عالمی قوتیں اپنے دشمنوں کے خلاف استعمال کریں گی۔

کرونا وائرس کی آڑ میں مسلمانوں کے دشمن یہود اور ہنود بھارت اور اسرائیل میں بڑی تیزی سے متحرک ہو رہے ہیں۔ بھارت نے ڈیموگرافک تبدیلی کے لیے ”جموں و کشمیر ری آرگنائزیشن آڈر 2020ء“ جاری کر دیا ہے۔ راج ٹھاکرے اور سبرامنیم سوامی کی تنظیم کے غنڈے یہ تک کہہ چکے ہیں کہ تبلیغی جماعت کے متاثرہ لوگوں کو دوا نہیں دینی چاہیے بلکہ گولی مار دینی چاہیے۔ بھارت میں کرونا کے متاثر مسلمان مریضوں کو الگ وارڈ میں داخل کر کے اُنھیں صحت کی تمام سہولتوں سے محروم کر دیا گیا۔

لہٰذا آپ کے سامنے یہ تصویر آ جانی چاہیے کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے؟

اصل بات یہ ہے کہ ہم دشمنوں کے مذموم ارادوں کو کیسے ناکام بنا سکیں گے، ہم اپنے اندر اسلام دشمن قوتوں کے خلاف کیسے مزاحمت پیدا کر سکیں گے، اس کے لیے ہمیں اپنے لائحہ عمل کو دو حصوں میں تقسیم کرنا چاہیے: (1) عارضی اور فوری اقدام اور (2) مستقل اور پائیدار حل۔

کرنے کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ ہمیں دشمن کو پہچاننا چاہیے یاد رکھیں ہنود و یہود ہر مسلمان کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں وہ practising اور Non practising شیعہ سنی یا بریلوی دیوبندی کا فرق نہیں کرتے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ بڑے مقصد کے لیے اپنے فروعی اختلافات کو دفن کر کے ایک ہو جائیں۔ مشترکات کو اپنے اتحاد کی بنیاد بنائیں اور اختلافات پر بات کرنے سے گریز کریں۔ اسی طرح عالم اسلام باہمی رنجش اور عداوتیں ختم کر کے محبت اور اخوت کی طرف بڑھیں۔ مسلم ممالک دشمن کی چالوں کو سمجھیں اور اُس کے بچھائے ہوئے جال کو پرزے پرزے کر دیں۔ دشمنوں کے اشتعال دلانے پر اپنے برادر مسلم ملک سے تعلقات خراب نہ کریں اور کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے برادر مسلم ملک کو نقصان پہنچے۔ امتِ مسلمہ کا مستقل طور پر اِس ذلت آمیز حالت سے نکلنے کا حل تلاش کریں۔

اَن دیکھی دنیا میں

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

ہم مہینے بھر سے ایک خورد بینی جرثومے کے سحر میں جکڑے ہوئے ہیں۔ تماشا گر مداری کے چیلے بچے جمہورے کی طرح بلا تامل اطاعت پیش کر رہے ہیں۔ پہن لے، پہن لیا! اوڑھ لے، اوڑھ لیا! ہر کس و ناکس نے ڈاکٹروں کی زبان پر یقین کیا۔ کورونا پر بن دیکھے ایمان لے آئے۔ گول دائرے پر لگے لال پھندنے والا کورونا ہمیں تگنی کا ناچ نچا رہا ہے۔ ہر کوئی مذکّر (تذکیر کرنے، یاد دہانی کروانے والا) بنا ہوا ہے۔ فون کہیں کریں، درمیان میں ایک ناصحہ بی بی ٹپک پڑتی ہے۔ ”کورونا وائرس کی وبا خطرناک ہے۔ جان لیوا ہو سکتی ہے۔ دن میں کئی مرتبہ 20 سیکنڈ تک صابن سے ہاتھ دھوئیں۔ میل جول میں 6 فٹ کا فاصلہ رکھیں۔ مصافحہ کرنے، گلے ملنے سے گریز کریں۔ سفر اور غیر ضروری تقریبات میں جانے سے گریز کریں۔“ ہمیں بتایا گیا کہ یہ تدابیر ہمارے بچاؤ کے لیے ضروری ہیں۔ پورا پاکستان، ساری دنیا ان دیکھی مخلوق کی ان باتوں پر اندھا ایمان لے آئی۔ (اگرچہ ماہرینِ کورونا ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ ہم کماحقہ سمجھنے سے آج بھی قاصر ہیں۔) کوئی ذی ہوش کورونے کے انکار کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ اسٹور کی چیزوں پر کھانسنے چھینکنے والی عورت کو امریکا میں پکڑ کر حوالۂ زنداں کر دیا۔ تمام سامان ضائع کر دیا اندیشۂ کورونا پر۔ یہ ہے طبی تقویٰ۔ ایمان بالکورونا۔ اور اس کے تحت عدم اطاعت پر قانون کی لاٹھی کا برسنا۔ حاشا وکلا ہم اس کا انکار نہیں کرتے۔ صرف اسی رویے کا انطباق روحانی سطح پر چاہتے ہیں۔

اب ہم ایک اور اَن دیکھی دنیا کا سفر کر رہے ہیں۔ کورونا خورد بینی ہے، مگر رمضان میں ایک عظیم الشان کردار ہے جو نزول قرآن سے متعلق ہے۔ اس کردار سے متعارف کروانے والی ہستی محمد ﷺ کی ہے۔ (امریکی سائنس دان مؤرخ و مصنف ڈاکٹر مائیکل ہارٹ نے انسانی تاریخ کی 100 مؤثر ترین شخصیات میں محمد ﷺ کو سرفہرست رکھا۔) سائنس دان اَن دیکھی دنیا کے راز ہم پر کھولتے ہیں، انبیاء و رسلؑ بھی ایک اَن دیکھی دنیا کا عین الیقین کی بنیاد پر حاصل کردہ علم ہمیں دیتے ہیں اور ہم علم الیقین پاتے ہیں۔ انبیاءؑ اپنے ادوار کے اعلیٰ ترین، عالی نسب غیر معمولی سیرت و کردار کے حامل رہے۔ نبی کریم ﷺ خاتم الانبیاء اور امام الانبیاء ہیں۔ اَن دیکھی دنیا سے الصادق، الامین نبی ﷺ نے ایک عظیم الشان وجود جبرئیل امین علیہ السلام، حاملِ وحی فرشتے کو دیکھا، ملاقات کی۔ تئیس برس یہ محمد ﷺ کے پاس عالمِ بالا سے تشریف لاتے رہے، انسانی شکل میں۔ دو مرتبہ انہیں ان کی اصل ہیئت پر دیکھا جسے سورۃ النجم میں بیان کیا گیا اور احادیث میں بھی تذکرہ آیا ہے۔ ”زبردست قوت والا۔ مالکِ عرش کے ہاں بڑا درجہ رکھتا ہے۔ اس کا حکم مانا جاتا ہے اور وہ وہاں معتبر ہے“۔ (التکویر: 20-22) نیز یہ کہ: ”آپ ﷺ نے انہیں یوں دیکھا کہ جبریلؑ کے 600 پر تھے۔ ہر ایک ایسا کہ آسمان کے کنارے بھر دے۔ ان سے زمرد، موتی، مروارید جھڑ رہے تھے“۔ (احمد) یہ روایت سورۃ النجم میں مذکور ہے کہ: ”اب کیا تم اس چیز پر اس سے جھگڑتے ہو جسے وہ آنکھوں سے دیکھتا ہے!“ (آیت 12) جبریل امینؑ کو دل کی آنکھوں سے دیکھیے اور پھر سوچیے کہ ”رب جبریلؑ و میکائیلؑ و اسرافیلؑ“ کی عظمت کا عالم کیا ہوگا! ایک طرف ایمان بالکورونا ملاحظہ ہو۔ دوسری طرف ایمان باللہ کا حق اور تقاضے! رمضان کے آخری عشرے میں لیلۃ القدر جبریل امینؑ کی پہلی وحی لے کر اترنے کی رات ہے، جس نے ہمیں خود ہم سے

متعارف کروایا۔ خالق سے متعارف کروایا۔ انسانی تاریخ کی مستند ترین لاریب کتاب محمد ﷺ کے ذریعے ہمیں عطا ہوئی۔ جہلِ مرکب کی ماری دنیا پر علم کی روشنی کرن در کرن اترتی چلی گئی۔ قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ وہ علم عطا ہوا جو انسان نہیں جانتا تھا۔ علم کے سارے دروازے، ظاہری اور باطنی علوم کے اللہ ہی نے درجہ بدرجہ کھولے۔ علم کے سارے خزانے اور ان کی کنجیاں اللہ العلیم، الخبیر، الحکیم ہی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ آیت الکرسی (البقرہ:255) بھی اس علم پر گواہ ہے۔ رمضان ہمیں اس دنیا کی سیر دل کی آنکھوں سے کرواتا ہے۔ انسان اور جانور کا فرق، مسلمان اور کافر کا فرق بھی ایمان بالغیب کا ہے۔ ماہِ رمضان کی آمد آنکھوں پر پڑے پردے ہٹا کر ماوراء حقائق تک رسائی آسان کر دیتی ہے۔ رمضان میں جنت کا سجایا جانا، اس کے دروازوں کا کھل جانا، جہنم کے دروازوں کا مقفل ہو جانا اور شیاطین کا قید کیا جانا، احادیثِ مبارکہ سے سارے مناظر ہمیں دکھا دیتا ہے۔ (طبرانی، مسلم)

حبِّ دنیا کی اسیری، قرآن سے رہائی کے پروانوں کا اجراء دل کی آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کو 5 انعامات سے سرفراز کیا گیا ہے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کی امت کو نہ دیے گئے۔ اول یہ کہ جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اور جس کی طرف اللہ تعالیٰ متوجہ ہو گیا اسے کبھی عذاب نہیں ہو گا۔ (اللہ ہمیں غفلت اور عذاب سے محفوظ رکھے۔ وہ تو مائل بہ کرم ہے کوئی سائل ہی نہیں! سائل اللہ کی رحمت کے در سے منہ موڑے آئی ایم ایف کے در پر کشکول لیے کھڑا ہے!) دوسرا انعام یہ ہے کہ فرشتے دن رات ان کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔ تیسرا انعام یہ ہے کہ اللہ جنت کو حکم دیتا ہے کہ میرے روزہ دار بندوں کے لیے خوب صورت بن جا۔ عنقریب وہ دنیا کے جھمیلوں سے تھک ہار کر استراحت کے لیے یہاں آئیں گے۔ چوتھا انعام یہ ہے کہ روزے دار کے منہ کی بو اللہ کے ہاں کستوری کی مہک سے بہتر ہے۔ (منہ کی وہ بو جس سے محبت کے رشتے پیچھے ہٹ جائیں۔ ماں ناک ڈھانپ لے۔ فرشتے پیاز لہسن کی بو برداشت نہیں کرتے! رب تعالیٰ نے روزے کی نیکی، صبر اور تقویٰ میں گندھی لپٹی اس بو کو کستوری کی مہک سے افضل بنا دیا! کورونیوں سے نکل کر دیکھو تو! کیا لوٹ سیل لگی ہے! دنیا کے راشن کے تھیلے پر خوف پیچھے پھینک کر مجمعے میں جا گھستا ہے، حصولِ دنیا کے لیے! یہاں رحمتیں، دائمی نعمتیں ارزاں ہیں، کوئی گاہک نہیں؟) پانچواں انعام یہ ہے کہ جب رمضان کی آخری رات آتی ہے تو اللہ تعالیٰ روزے داروں کے تمام گناہ معاف کر دیتے ہیں۔ مزدوروں کو کام سے فارغ ہونے پر ان کی اجرت دے دی جاتی ہے''۔ (طبرانی)

رمضان رب تعالیٰ کی محبت اور قرب پانے کا مہینہ ہے۔ عقل کی فرمانروائی نے دنیا کو پاگل کر رکھا ہے۔

صبحِ ازل یہ مجھ سے کہا جبریلؑ نے
جو عقل کا غلام ہو، وہ دل نہ کر قبول!

عقل کو الٰہ نہیں بنایا جا سکتا۔ عشق کی فرمانروائی انسان کو وہ نگاہ عطا کرتی ہے جو خوف اور رنج کی زنجیروں میں بندھے جکڑے انسان کو آزادی عطا کر سکے۔

کوئی دیکھے تو ہے باریک فطرت کا حجاب اتنا
نمایاں ہیں فرشتوں کے تبسم ہائے پنہانی

علامہ ڈاکٹر شاعرِ مشرق، فلسفی اقبالؒ وہ نگاہ رکھتا ہے جو پردۂ غیب کے پیچھے پنہاں مناظر دیکھ پائے! قرآن کو اپنے عقیدت اور شیفتگی سے بھرے آنسوؤں سے بھگونے والے ہی کی نگاہ میں یہ اعجاز ممکن ہے۔ بدنگاہی دل کی پاکیزگی بھسم کر دیتی ہے۔ آج مغرب کی عقل کی ماری اندھی تقلید کا یہ نتیجہ ہے کہ مسلمان خالق و مالک کو بھلائے کورونا کے خوف سے ادھ موا ہوا جا رہا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ ایک تصویر میں سمانے کی خاطر وزیر، مشیر کبیر 6 انچ کا بھی فاصلہ رکھے بغیر کندھے جوڑے کھڑے ہیں، لیکن مساجد میں سارے انتظامات کے باوجود حکومت، سیکولر میڈیا، انگریزی اخباروں نے کورونے کو، رونے پیٹنے کے طوفان اٹھا کھڑے کیے ہیں۔ جن کی زندگی میں نماز باجماعت تو کیا نماز سرے سے ہی موجود نہیں، وہ نمازوں کے بارے میں فیصلہ کیسے سنا سکتے ہیں؟ جسے تراویح پڑھنی ہے وہ جرمنی چلا جائے۔ وہاں مرکل نے مساجد کھولنے کی اجازت اللہ سے ڈر کے دے دی ہے! کافر تو شاید ایمان لے آئے، لیکن دین سے ضد رکھنے والے ہمارے سیکولر کو اول دن سے سارا کورونا مسجد میں ہی نظر آ رہا ہے۔ اتنی ہی بے خوف زبان درازی سوشل میڈیا پر کر رہے ہیں۔

WHO دنیا کی تنزلی کے خوف سے لاک ڈاؤن میں کمی کو کہہ رہا ہے۔ امریکہ مئی میں کاروبار بحالی کی بات کر رہا ہے، لیکن ہمارے والے (رمضان کی بنا پر) مئی سے ڈرا رہے ہیں۔ تضاد یہ ہے کہ ڈاکٹر معید یوسف معاون قومی سلامتی کا بیان ہے کہ مرنے والے 80 فیصد دوسری بیماریوں سے مرے ہیں! وزیر اعظم خود 50 سال سے کافی زیادہ عمر رسیدہ ہونے کے باوجود بلا ماسک بلا سماجی فاصلہ تصاویر میں ہر جا پائے جا رہے ہیں! یہ مسجد فوبیا کے سوا کچھ نہیں! سارا سیکولر طبقہ (حکومت و میڈیا میں موجود) حکم نامے جاری کر رہا ہے۔ کیا پی ایس ایل علماء سے پوچھ کر سجایا تھا؟ کورونا نے تتر بتر کر دیا، ورنہ کون سا طوفانِ حیا سوزی برپا نہ کر رکھا تھا۔ ہر طرف سماجی فاصلے روندنے والے میلے لگا رکھے تھے۔ اب بھی احساس پروگرام میں اکٹھ، فروٹ منڈیوں میں آڑھتیوں کے اکٹھ کی تصاویر میں اصل کہانی کھل جاتی ہے۔ مسئلہ مساجد بند کروانے کا ہے، گورے کے حکم کے تحت۔ یہ عقدہ تب کھلے گا جب تماشا ختم ہو گا!

ضرورت رشتہ

☆ کوئٹہ کے ایک رفیقِ تنظیم کو اپنی بیٹی، عمر 35 سال، ایم بی بی ایس ڈاکٹر کے لیے ہم پلہ، دینی مزاج کے حامل، برسرِ روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ صرف والدین رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: 0342-8081640 0313-8543979

☆ رفیقاتِ تنظیم، عمر 22 سال، حافظہ، تعلیم ایف ایس سی، شرعی پردہ دار، پابند صوم وصلوٰۃ، قد 4 فٹ 11 انچ، ماہر امورِ خانہ داری۔ عمر 20 سال، تعلیم ایف اے، پابند صوم وصلوٰۃ، قد 4 فٹ 10 انچ، ماہر امورِ خانہ داری کے لیے ملتان یا ملتان کے گرد و نواح سے شریف النفس پابند شرع، رفیقِ تنظیم، معمولاتِ زندگی میں ادعیائے مسنونہ کے پابند افراد بطور زوج درکار ہیں۔ برائے رابطہ: 0303-6702771

حُسنِ کلام

امّ عمار رفیقہ تنظیم، حلقہ کراچی جنوبی

کلام یا گفتگو ہمارے اخلاق اور دوسروں کے ساتھ معاملات کی عکاسی کرتا ہے۔ کوئی بھی انسان خواہ وہ کسی مذہب سے ہو یا کسی فرقہ سے، جب وہ کسی سے بات کرتا ہے تو اس کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ نہ صرف اس کی شخصیت کے پہلوؤں کا اظہار کرتے ہیں بلکہ اس کے دل کی کیفیات اور جذبات کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔

کلام کیا ہے؟ عربی زبان میں کلام کا لفظ ک ل م سے نکلا ہے، كَلَمَ يُكَلِّمُ كَلماً اس کا مصدر ہے جس کے معنیٰ ہیں زخمی کرنا۔

کلام، کلمہ اور مکالمہ اسی سے نکلے ہیں کلام عربی اور اردو زبان میں گفتگو کے علاوہ شاعری کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ زخمی کرنے اور کلام کرنے میں ایک مماثلت ہے اور وہ یہ کہ ہم جو بھی الفاظ اپنے منہ سے ادا کرتے ہیں وہ کسی کو کس حد تک زخمی کرتے ہیں یا کسی کو کتنی تکلیف دیتے ہیں، ہماری گفتگو سے کیا کسی کو خوشی ملتی ہے یا ہمارے الفاظ دل آزاری کا ذریعہ بن جاتے اور حیران کن بات یہ کہ ہم کسی سے بات کرتے ہوئے یہ سوچتے ہی نہیں اور لفظوں کے تیر پر تیر چلاتے ہیں!

کلام کے لیے جو ذریعہ ہم استعمال کرتے ہیں وہ ہے زبان، زبان اللہ کی بہت بڑی نعمت اور دولت ہے۔ جس طرح ہم اور نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں اسی طرح اس نعمت کی شکر گزاری اس کے درست اور با موقع استعمال میں ہے اور اس نعمت کا غلط اور بے جا استعمال اس کی ناقدری ہے۔ یہ بات طے ہے کہ جتنی بڑی دولت ہوتی ہے اس کی حفاظت بھی اتنی ہی زیادہ کی جاتی ہے مگر زبان کے معاملے میں ہمارے رویے بالکل الٹ ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ سورہ ق کی آیت 18 میں آگاہ کرتے ہیں کہ:

﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ۝﴾

''کوئی بات اس کی زبان پر نہیں آتی مگر ایک نگران فرشتہ اس کے آس پاس موجود ہوتا ہے۔''

یعنی ہمارا بولا جانے والا ایک ایک لفظ لکھا جا رہا ہے اور اس کی باز پرس بھی ہوگی، اسی زبان کے ذریعہ ہم گفتگو کرتے ہوئے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں اور ان ہی لفظوں کی بنیاد پر ہمارے تعلقات قائم ہوتے ہیں۔ حُسنِ کلام یہ کہ کسی سے اچھی بات کر کے اس کا دل خوش کیا جائے کیوں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ((اَلْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ الصَّدَقَةُ)) ''اچھی بات صدقہ ہے۔''

ہم زبان کی اہمیت کو نظر انداز کرتے ہیں اور الفاظ کی قدر و قیمت کو بے کار اور فضول باتیں کر کے گنوا دیتے ہیں۔ جو صدقہ بغیر دولت خرچ کیے آسانی سے کیا جا سکتا ہے، اسے خرچ ہی نہیں کرتے۔

کلام، قول اور بات اگر اچھی ہو اور کسی کے لیے خیر کا باعث ہو تو عبادت ہے اور اگر غلط ہو تو وبالِ جان ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک مسلمان کی تعریف میں کہا کہ:

☆ ''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرا مسلمان محفوظ ہو۔'' (صحیح بخاری)

زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے سورۃ الاحزاب کی اس آیت کو نکاح کے خطبہ کا حصہ بنایا کیوں کہ جو رشتے خون کی بنیاد پر نہیں بنتے وہ صرف اور صرف زبان کی بیناد پر قائم بھی ہوتے ہیں اور استوار بھی اسی پر ہوتے ہیں: آیت 80 میں اللہ نے فرمایا:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝﴾

''اے ایمان والوں اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور درست اور سیدھی بات کہا کرو!''

ہمارے معاشرے میں کتنے ہی گھرانے ایسے ہیں جہاں میاں بیوی کے تعلقات صرف زبان کے غلط استعمال سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئے۔ آپس میں ایک دوسرے کی خامیوں کو طعنوں کی صورت میں دیتے ہیں، اور اسی زبان کی بنیاد پر بدگمانیوں نے اپنے پیر جما کر شیطان کو جیتنے کا موقع دیا ہے۔ اگر نکاح کے موقع پر ہم خطبہ کی آیات کو دولہا، دلہن اور اُن دونوں کے گھر والوں کے لیے آسان الفاظ میں بیان کر دیں تو شاید ہم کسی حد تک زبان کے اُن نشتروں کو روک سکیں جن سے بعد میں خاندان بکھر جاتے ہیں۔

کلام کس قدر قیمتی ہو سکتا ہے اور اس سے ہماری آخرت پر کتنا اثر ہو سکتا ہے، انھیں کچھ احادیث کی روشنی میں سمجھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ ؓ نے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بے شک! بندہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی سے ایک بات زبان سے نکالتا ہے، اسے وہ کوئی اہمیت نہیں دیتا مگر اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے درجے بلند کر دیتا ہے اور ایک دوسرا بندہ ایک ایسا کلمہ زبان سے نکالتا ہے جو اللہ کی ناراضگی کا باعث ہوتا ہے وہ اسے کوئی اہمیت نہیں دیتا لیکن اس کی وجہ سے وہ جہنم میں گر جاتا ہے۔'' (رواہ البخاری)

یعنی جہاں ہمارا ایک کلمہ انسان کو اعلیٰ درجات پر لے جا سکتا ہے وہاں ہمارا ایک لفظ ہمیں پستیوں میں بھی پھینک سکتا ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ نجات حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''اپنی زبان کو قابو میں رکھو، اپنے گھر میں رہو اور اپنے گناہوں پر رویا کرو۔'' (الترمذی)

اور آج یہ تینوں کام ہی امت کے لیے مشکل ہو گئے ہیں۔

امّ حبیبہ ؓ (زوجۂ رسول اللہ ﷺ) فرماتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: ''نیکی کا حکم، برائی سے روکنے اور اللہ کا ذکر کرنے کے علاوہ انسان کی تمام باتیں اس پر وبال ہیں یعنی پکڑ کا ذریعہ ہیں۔'' (الترمذی)

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے آپ پر نظر ڈالیں، دوسروں کی باتیں پکڑنے کے بجائے اپنی بات کو پرکھیں۔ مشہور قول ہے کہ پہلے تولو پھر بولو! بے وقت اور بلا ضرورت بولنا آپس میں تعلقات کو خراب کرتی ہے اور فساد کی جڑ ہے۔

آپ ﷺ بھی اپنے صحابہ کرامؓ کے درمیان ہوتے تو خاموشی کی تلقین کرتے۔

سیدنا ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے

چاہیے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔'' (صحیح البخاری)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: ((مَن صَمَتَ نَجَا))۔ (الترمذی)

''یعنی جو خاموش رہا وہ نجات پا گیا۔''

ہم اپنی روزمرہ کی گفتگو پر نظر ڈالیں تو ہم اپنے آپ کو کئی گھنٹوں فضول اور بے کار گفتگو میں مصروف پائیں گے، اور اس نئی صدی کے تحفہ موبائل فون نے اسے اور آسان کر دیا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے سورہ مومنون میں فلاح پانے کے لیے جو شرائط بیان کی اس میں نماز میں خشوع کے ساتھ ہے لغو (فضول) اور لایعنی بات سے دور رہنا لازم قرار دیا۔ فرمایا

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ﴾ (آیات: 1 تا 3)

''یقینا! فلاح پائی ان مومنوں نے جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں اور لغو باتوں سے اعراض کرنے والے ہیں۔''

علماء لغو کی تعریف میں نہ صرف بے کار گفتگو بلکہ بے کار فعل کو بھی شامل کرتے ہے۔ اور اس سے بچنے کا طریقہ بھی اللہ نے سورۃ القصص کی آیت 55 میں واضح کر دیا، فرمایا: ''جب وہ لغو بات سنتے ہیں تو اس سے کنارہ کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال''۔

اس طریقہ کو ہمارے نبی ﷺ نے اپنی زندگی میں کر کے دکھایا۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ ''آپؐ اللہ کا ذکر زیادہ کرتے تھے اور لایعنی گفتگو نہیں کرتے تھے، نماز لمبی پڑھتے تھے اور خطبہ مختصر دیتے تھے۔'' (سنن نسائی)

ہمارے کلام کے مختلف اجزاء میں کچھ ہماری ہلاکت کا باعث بھی بن سکتے ہیں، جن میں سے ایک تجسس کرنا اور بال کی کھال نکالنا بھی ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہلاک ہو گئے بال کی کھال نکالنے والے! اور آپ نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی۔'' (رواہ المسلم)

ایک اور جگہ ارشاد ہوا: ''جو کسی مسلمان کے عیبوں پر پردہ ڈالے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیبوں پر پردہ ڈالے گا۔'' (صحیح البخاری)

کسی کے حالات کا کھوج لگانا اور دوسروں کی برائیوں کو تلاش کرنا یہ آج ہماری خاص عادت بن چکی ہے۔ خاندان کے بارے میں کن سوئیاں لیے بغیر ہمارا دن نہیں گزرتا اور جو اسے برا سمجھتے ہوئے ایسی گفتگو کا حصہ نہ بنے اسے نکو بنا کر اکیلا چھوڑ دیا جاتا ہے۔

ہمارے دین میں صرف کچھ مخصوص حالات میں تجسس کی اجازت دی ہے؛ جس میں نکاح کے سلسلے میں کسی کی معلومات لینا، عدالتی کارروائی، والدین کا اولاد کی تربیت کے سلسلے میں جان کاری کرنا، کاروباری معاہدے یا ملکی سلامتی کے لیے جان کاری کرنا شامل ہے۔

یہ بات بھی طے ہے کہ ایک برائی دوسری برائی کا پیش خیمہ ہوتی ہے، جب ہم بلاوجہ دوسروں کی ٹوہ لیتے ہیں تو پھر شیطان اندر سے اکساتا ہے کہ اب اس کو پھیلاؤ بھی اور یوں غیبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ گھنٹوں بے لاگ تبصرے اور ایک دوسرے کی برائیاں بیان کرتے ہوئے دن گزارتے ہیں اور سڑا گلا گوشت کھاتے رہتے ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ الحجرات آیت 12 میں واضح فرمایا:

''اور تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے، پس تم اسے ناپسند کرتے ہو اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا، اللہ اور اس کا رسولؐ ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارا اپنے بھائی کا (وہ عیب) ذکر کرنا جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ آپؐ کا کیا خیال ہے کہ اگر واقعی وہ عیب میرے بھائی میں ہو جو میں کہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر وہ عیب اس میں ہے تو جو تم کہتے ہو تو وہ غیبت ہے اور اگر وہ اس میں نہیں تو یقیناً تم نے اس پر بہتان لگایا۔'' (صحیح مسلم)

اب یہاں غور کریں کہ ہماری گفتگو کس طرح ایک برائی سے شروع ہوئی اور دوسری برائیوں میں مبتلا کرتی گئی اور ہمیں باتیں کرتے ہوئے احساس ہی نہیں رہتا۔

ہماری عام گفتگو کا ایک انداز جس کی طرف ہمارا ذہن ہی نہیں جاتا وہ کسی کا مذاق اڑانا ہے۔ کبھی کبھی لوگ یوں ہی کسی کا ذکر اس انداز سے کرتے ہیں کہ اس کی شخصیت کا مذاق بن جاتا ہے، کبھی کسی کے چلنے کا یا کسی کے بات کرنے کے انداز کا مذاق بن جاتا ہے۔ ہم یہ سوچتے ہی نہیں کی اگر وہ شخص اس وقت سامنے ہو تو اسے کیسا محسوس ہوگا۔ اس کو اپنے اوپر ہی رکھ کر دیکھ لیں، کیا اپنا مذاق بنتا دیکھ کر دل نہیں ٹوٹے گا۔ جب کہ اللہ نے سورۃ الحجرات کی آیت 11 میں واضح بیان کر دیا کہ:

''اے ایمان والو! مرد دوسرے مردوں کا مذاق نہ اڑائیں ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں اور آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ اور نہ کسی کو برے لقب دو، ایمان لانے کے بعد بُرا نام (رکھنا) گناہ ہے اور جو توبہ نہ کریں وہی لوگ ظالم ہیں۔''

غرض یہ کہ گفتگو کا سب سے بڑا ہتھیار زبان ہے اور زبان دل کا ترجمان اور عقل کا نمائندہ ہوتی ہے۔ ہمیں نہ صرف الفاظ کے چناؤ میں محتاط رہنے کی ضرورت ہے بلکہ چہرے کے تاثرات، آواز کا اتار چڑھاؤ اور لہجہ بھی کلام کے حسن کو سنوارنے اور بگاڑنے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اگر ہم اللہ کے رسولؐ سے محبت کے دعوے دار ہیں اور آخرت میں آپؐ کے دیدار کے متمنی ہیں تو یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب بڑے اخلاق سے بچیں اور ایسی تمام بات کرتے ہوئے ذرا سا ٹھہراؤ کے ساتھ سوچ کر بات کریں جو دوسروں کو تکلیف نہ دے۔ سیدنا ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب اور (روز قیامت) میرے قریب وہ ہوں گے جو سب سے زیادہ اچھے اور اخلاق والے ہوں گے اور تم میں سے مجھے سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور مجھ سے دُور وہ لوگ ہوں گے جو بُرے اخلاق والے ہوں، تکلف سے باتیں کرنے والے، ٹھٹھہ لگانے والے اور بہت زیادہ بولنے والے ہوں گے۔'' (رواہ احمد)

یوں تو کلام کا موضوع ایسا ہے جس پر جتنا لکھا جائے اتنا کم ہے، المیہ یہ ہے کہ بظاہر ہم دین پر چلنے والوں میں سے بہت سے لوگوں کا انداز بیان ہی دلوں کو جوڑنے کے بجائے دلوں کو کاٹنے والا ہوتا ہے، اپنے گھر والوں اور ساتھیوں کو دین کی طرف بلانے کے لیے ایسا لہجہ اور طعنہ بھرے الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ ان کے دل میں دین سے محبت کے بجائے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اچھے کلام کی توفیق دے اور برے کلام سے بچائے۔

اسلامی فلاحی ریاست، سمت کا مسئلہ

وقاص احمد

فلاحی ریاست اور اسلامی فلاحی ریاست میں گو کہ کئی چیزیں مماثلت رکھتی ہیں لیکن پھر بھی کوئی نام نہاد مفکر، فلسفی یا کوئی مقبول راہنما و حکمران سمجھدار مسلمانوں کو فلاحی ریاست کے نام پر اسلامی فلاحی ریاست کے نہ خواب دکھا سکتا ہے، نہ دھوکہ دے سکتا ہے۔ اسلام کا مقصد دنیا میں سکینڈے نیون ریاستوں کی طرز پر ریاست کا قیام نہیں تھا۔ اسلامی فلاحی ریاست اپنا ایک جداگانہ تشخص رکھتی ہے۔ تبھی یہ بیان اور فلسفہ فکری و علمی طور پر نامکمل اور ادھورا بلکہ اپنے بعض نتائج کے اعتبار سے گمراہ کن ہے کہ ریاست مدینہ کا قیام انسانی ہمدردی اور انصاف کی بنیاد پر ہوا۔

ہاں اگر یہ کہا جائے کہ ریاست مدینہ کی بنیاد ایمانیات کے ایک ایسے نظام پر ہوئی جس نے انسانی ہمدردی اور عدل و انصاف کی وسعت، اس کا پھیلاؤ اور حدود و قیود متعین کیے تو بات مکمل اور درست تسلیم کی جاسکتی ہے۔ اسلامی شریعت اور اس کی حکمت کا تھوڑا بہت بھی علم رکھنے والے یہ بات بہت اچھی طرح جانتے ہیں کہ انسانی ہمدردی اور عدل و انصاف کے تقاضے ایمانیات یا ''ورلڈ ویو'' یا کائنات و انسان سے متعلق عقائد کے مختلف ہوتے ہی بدل جاتے ہیں۔ شرم و حیا کا مطلب بدل جاتا ہے۔ عورتوں، بچوں، اقلیتوں کے حقوق کی وسعت و حدود کے پیمانے تبدیل ہو جاتے ہیں۔ سرمایہ اور محنت کے درمیان توازن اور اعتدال کے مفاہیم کچھ اور ہو جاتے ہیں۔ ایک خاندان میں مرد اور عورت کے کردار اور ان کے حوالے سے قوانین کا فرق پڑ جاتا ہے۔ انفرادیت اور اجتماعیت کے اصول بدل جاتے ہیں۔

الغرض! انسانی ہمدردی اور انصاف تو ''Relative'' اصطلاحات ہیں جو سب سے پہلے اپنے ماخذ اور اساسات کا تعین چاہتی ہیں۔ یہ انسانی ہمدردی کا ہی ایک اصول ہے نا کہ ایک شخص جس سے کسی عورت کو زیادتی کے بعد قتل کیا اسے آپ دنیا کے تقریباً تمام ''تہذیب یافتہ'' ریاستوں میں سزائے موت نہیں دے سکتے۔ اسلام اس معاملے میں کچھ اور سوچ رکھتا ہے۔ اور یاد رکھیں! اگر کسی مسلمان کا اسلام کے کسی بھی مبرہن اور واضح حکم کے بارے میں یہ گمان بھی ہے کہ یہ ظلم پر مبنی ہے تو وہ اپنے ایمان کی خیر منائے۔

تو گزارش ہے کہ عدل و انصاف اور ہمدردی کی بات ضرور کی جائے لیکن اس کا رشتہ اگر ایمان سے نہیں جوڑا جائے گا تو معاذ اللہ انبیاء کرام علیہ السلام ہمیں صرف اور صرف سوشل ورکر لگیں گے جن کا مقصد وسائل اور سہولتوں سے بھری ریاست کا قیام تھا۔ بلاشبہ ایسی کوئی سوچ انسانی فلاح کے مفہوم اور اس حوالے سے انبیاء کرام علیہ السلام کے مقاصد بعثت کا عشر عشیر بھی نہیں۔

ریاست کی سطح پر پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست کا تشخص دینے کے لیے موجودہ حکومت اگر ریاستی سطح پر اگر سمت بھی مقرر کردے تو یہ اس کا اس قوم پر بہت بڑا احسان ہوگا۔ گو کہ اس کے آثار بہت دھندلائے ہوئے رہتے ہیں۔ کیا کہا جائے جب اس حکومت نے سودی قرضوں کا جال مزید بچھا دیا ہے کہ کوئی نوجوان کوئی چھوٹا کاروبار بھی اس لعنت سے بچ نہ پائے۔ حالانکہ اسی جماعت کی حکومت کے پی کے میں شخصی سود کے خلاف قانون بنا چکی ہے۔ کم از کم بڑی بڑی دینی باتیں کرنے والے وزیر اعظم اس بات کا اعلان کردیں کہ حکومتی فنڈز سے اب صرف بلا سودی قرض ہی دیے جائیں گے۔ حاجیوں کے پیسے پر سود نہیں کھایا جائے گا۔ اسی طرح پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا سے فروغ پانے والی ثقافت اور تمدن کو شتر بے مہار نہیں چھوڑا جاسکتا۔ سمت متعین کرنے کے لیے پیمرا کو حکم دیا جاسکتا ہے اور کئی ابتدائی نوعیت کی پابندیاں لگائی جاسکتی ہیں جو معاشرے میں انتہائی نوعیت کی بے حیائی اور ذہنی اور نفسیاتی دباؤ کا باعث بن رہی ہیں۔

تفریح اور فن کے نام پر کئی موضوعات، مکالمات، اشعار اور لباس کے معاملات کو دولت اور منافع کے نشے میں چور اور اسے مزید وسعت دینے کی حرص میں مصروفِ عمل اقلیت کے حوالے نہیں کیا جاسکتا جو یہ فضول نظریہ پیش کرتے ہیں کہ انٹرٹینمنٹ انڈسٹری تو وہ چیزیں بناتی ہے جو عوام دیکھنا چاہتی ہے۔ عوام کی ایک بڑی تعداد تو گٹکا، چرس اور جوا بھی پسند کرتی ہے۔ ارباب اختیار اور صاحب ثروت لوگ جو اکثر صاحب عقل و خرد ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔

کب تک مضر اخلاق و معاشرہ چیزیں بنا بنا کر اور اسے دکھا دکھا کر اپنے عقل اور خرد کے تباہ ہونے اور دولت کے ہوس میں مبتلا ہونے کا مظاہرہ کرتے رہیں گے۔ وزیر اعظم فوراً نیوز چینلز کے ساتھ ساتھ انٹرٹینمنٹ چینلز کے لیے بھی ایک ضابطہ اخلاق بنانے کا اعلان کریں اور اس معاملے میں اپنے گھر میں بھی مشورہ کریں۔ جمہوریہ پاکستان کے ساتھ لگے ہوئے لفظ اسلام کا کچھ تو پاس رکھیں۔ اسی طرح وزارت مذہبی امور اور تعلیم کو راہنمائی دی جائے کہ قرآن حکیم کے موضوعات پر لیکچرز، سیمینارز، ورکشاپس اعلیٰ اور وسیع پیمانے پر منعقد کیے جائیں اور اس حوالے سے سرکاری اور غیر سرکاری میڈیا پر جگہ اور وقت حاصل کرنے کے لیے پیسہ خرچ کیا جائے تاکہ قرآن کا پیغام پاکستان کے کونے کونے میں پھیل سکے اور حکومت کم از کم یہ تو دعویٰ کرسکے کہ ہم اسلامی جمہوریہ پاکستان میں نیکی کو پھیلانے اور برائی کے سدباب کی کوشش کر رہے ہیں۔

ذخیرہ اندوزی، حرام خوری، کرپشن، عورتوں بچوں پر ظلم بڑھنے کا رونا تو صدر وزیر اعظم سے لے کر ہر وزیر رو رہا ہے لیکن کیا کبھی عمران خان نے اپنی اس اہم ترین ذمہ داری کی طرف بھی توجہ کی؟ یاد رکھیں وزیر اعظم صاحب اگر معاشی ترقی، ملکی استحکام اور عوامی فلاح کے حصول کی تگ و دو میں آپ خالصتاً اسلامی اصولوں کو پس پشت ڈال کر مغربی اقوام کی دنیاوی ترقی کے ماڈل کی پیروی کریں گے۔ تو قرآن ان لوگوں کے بارے میں کئی مقامات (جیسے سورہ ہود آیت 15، 16) پر یہی کہتا ہے کہ اگر ''تم دنیا کی ہی آسانیوں، سہولتوں اور عیش و آرام کے طالب ہو تو ہم وہ تم کو عطا کردیں گے اور اس میں کمی نہیں رکھیں گے لیکن ایسے لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا اور صرف خسارہ ہوگا۔'' اللہ ہمیں اور ہمارے حکمرانوں کو قرآن حکیم اور سیرت طیبہ کے ذرّیں اصولوں کے مطابق لوگوں کی دنیاوی اور اُخروی فلاح کے لیے کوشش و سعی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

توڑا نہیں جادو، میری تکبیر نے تیرا......؟

محمد ندیم اعوان

رسول اللہ ﷺ نے تین سال خفیہ دعوت و تبلیغ کے بعد اعلانیہ طور جب لوگوں کو اسلام کی طرف بلانے کا آغاز کیا تو سلیم القلب اور سلیم الفطرت افراد نے قبول کرنے میں تامل نہ کیا، لیکن مکہ کے دانشوروں (مشرکین مکہ) نے اسلام لانے والوں کو شکوک و شبہات میں مبتلا کرنے اور اپنی دانشوری کا روب جھاڑنے کے لیے طرح طرح کے اعتراضات کیے، کبھی قرآن کو جھٹلایا تو کبھی معراج کا تمسخر اُڑایا اور کبھی مابعد الطبعیات کو عقل کے ترازو میں تولنے کی کوشش کرتے، تو جس چیز کو سمجھنے میں انسانی عقل ناکام ہو جاتی اُسے مسترد کر دیتے، مثلاً اُن کے ایک بنیادی اعتراض کو قرآن پاک نے یوں نقل کیا ہے "یہ لوگ کہتے ہیں کہ جب ہم صرف ہڈیاں اور خاک ہو کر رہ جائیں گے تو کیا ہم نئے سرے سے پیدا کر کے اُٹھائے جائیں گے"۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''ان سے کہو" تم پتھر یا لوہا بھی ہو جاؤ، یا ایسی سخت چیز جس کا زندہ کرنا تمہاری عقل کے نزدیک محال ہو پھر بھی تم اُٹھ کر رہو گے، تو یہ لوگ ضرور پوچھیں گے، کون ہے جو ہمیں پھر زندگی کی طرف پلٹا کر لائے گا؟'' جواب میں کہو'' وہی جس نے پہلی بار تم کو پیدا کیا''۔ (سورۃ بنی اسرائیل)

اللہ تعالیٰ نے اس مسئلے کو عقلی و نقلی دلائل سے واضح تو کر دیا ہے، لیکن بظاہر عقل کے گھوڑے دوڑانے سے اس حقیقت کو دریافت کرنا ممکن نہیں تھا، چنانچہ ابراہیم خلیل اللہ سے رہا نہ گیا اور ہمت کر کے اس کیفیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے استفسار کیا اور اللہ تعالیٰ نے طریقہ بتلا کر ابراہیمؑ کے حق الیقین کو عین الیقین میں بدل دیا۔

بحیثیت مسلمان ہر شخص جب قرآن پڑھتا ہے تو سینکڑوں ایسے مقامات سے گزرتا ہے، جہاں وہ اپنے حق الیقین کو عین الیقین میں تبدیل کرنے کی خواہش رکھتا ہے، خصوصاً جب وہ طالوت اور جالوت کے حالات ہوں، بدر کا واقعہ ہو، اُحد کا معرکہ ہو، یا پھر تاریخ میں قادسیہ کی جنگ ہو، مصر کی فتح ہو، قسطنطنیہ پر حملہ ہو، رومیوں کی سرکوبی ہو، ایران کی طرف پیش قدمی ہو، یا پھر اندلس کا کارنامہ ہو جہاں بربر نسل کے ایک عام سپہ سالار طارق ابن زیاد کی سرکردگی میں سات ہزار کے لشکر نے عیسائیوں کے دو لاکھ سے زائد لشکر کو شکست فاش دی اور وہاں اسلام کا جھنڈا گاڑھ کر اسلامی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔ ان تمام تاریخ ساز اور محیر العقول واقعات کو پڑھتے ہوئے ہر دور میں ایسے افراد موجود ہوتے ہیں، جن کے دل ایمان و یقین سے بھرے ہوتے ہیں، لیکن ابراہیم خلیل اللہ کی طرح بہ زبانِ حال میرے اللہ سے اطمینان قلبی کی خاطر سوال کرتے ہیں کہ اے اللہ یہ کیسی تیری قدرت ہے کہ تو بے سروسامان گروہ جن کے پاس اشیائے خورد ونوش کی قلت ہو، اسلحہ نہ ہتھیار ہو، اسباب مفقود ہوں اور تعداد میں بھی اپنے مدمقابل کے عشرعشیر ہوں کو اُن کے مقابلے میں فتح عطا کر دیتا ہے، جو ہر قسم کے اسلحہ سے لیس، اسباب و وسائل کی فراوانی، لاؤ لشکر سے بھرپور اور مالی اعتبار سے بے مثال ہوں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی نورانی فوج کے ذریعے نصرت کے تسلسل کو یوم الفرقان کے دن سے آج تک برقرار رکھا۔ تاہم آپ جہاں کہیں فضائے بدر کو برپا ہوتا دیکھیں گے، وہاں آپ اپنے حق الیقین کو عین الیقین میں بدلتا دیکھیں گے۔ اقبالؒ نے کس گہرے جذبات میں ڈوب کر اس حقیقت کو یوں بیان کیا۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اُتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

انیسویں صدی کے وسط سے لے کر آج تک یعنی ایک سو اسی سالوں میں افغانستان کی سرزمین پر تین بڑی جنگیں لڑی گئیں۔ پہلی جنگ کا آغاز 7 اگست 1839ء کو اُس وقت ہوا، جب برطانیہ نے اپنے کاسہ لیس شاہ شجاع کو تخت پر بٹھایا اور افغانستان میں اپنی فوج اُتار دی، لیکن بالآخر 1846ء کو بیس ہزار لاشوں سمیت شکست خوردہ واپس ہوئی۔ تقریباً ڈیڑھ صدی بعد سوویت یونین اپنے توسیع پسندانہ عزائم کے ساتھ دسمبر 1979ء کو افغانستان پر حملہ آور ہوا، نو سال تک مسلسل لڑتا رہا اور بالآخر اپنے پندرہ ہزار سے زائد فوجیوں کو مروانے اور تقریباً چالیس ہزار سے زائد کو زخمی کروانے کے بعد جب عقل ٹھکانے آئی تو افواج کے مکمل انخلا کا فیصلہ کیا، جس کی ابتدا 15 مئی 1988ء کو ہوئی اور آخری شکست خوردہ قافلہ 15 فروری 1989ء کو جنرل بورس گرموف کی قیادت میں واپس چلا گیا، لیکن جاتے جاتے سوویت یونین ایسے بکھر گیا کہ خود ہی اپنے دست و بازو کاٹنے پر مجبور ہو گیا اور تمام مقبوضہ ریاستوں کو آزاد کر دیا۔ تیسری بڑی اور طویل ترین جنگ کا آغاز اُس وقت ہوا، جب ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی فلک بوس عمارت ملیامیٹ ہوئی اور جارج ڈبلیو بش نے اس افسانے کو بہانہ بناتے ہوئے زمین پر فرعون کی طرح اپنی خدائی کا اعلان کیا اور دنیا کو دو دھڑوں میں تقسیم کرتے ہوئے غرور و تکبر کے نشے میں چُور اپنے اتحادیوں کے ساتھ'' گوند کے تالاب (یہ ملا عمر مجاہدؒ کی اصطلاح ہے)'' میں کود پڑا، اور پھر تاریخ نے 28 فروری 2020ء کا دن بھی دیکھا کہ سُپر پاور کہلانے والی طاقتور ترین ریاست نے دہشت گرد قرار دینے والوں کے آگے گھٹنے ٹیک دیے اور امن کی بھیک مانگی۔

وہ داڑھی اور پگڑی والے جنہیں دنیا میں دہشت گردی اور نفرت کا استعارہ بنا کر پیش کیا گیا تھا، آج دنیا نے اُن کی حیثیت اور اسلامی تشخص کو نہ صرف تسلیم کیا، بلکہ امن کے لیے اُن کے وجود کو ناگزیر قرار دیا۔ اقبالؒ نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے۔

وہی ہے بندہ حُر جس کی ضرب ہے کاری
نہ وہ کہ حرب ہے جس کی تمام عیاری!
ازل سے فطرتِ احرار میں ہیں دوش بدوش
قلندری و قبا پوشی و کلہ داری!
زمانہ لے کے جسے آفتاب کرتا ہے
انھیں کی خاک میں پوشیدہ ہے وہ چنگاری!
وجود انھیں کا طوافِ بتاں سے ہے آزاد
یہ تیرے مومن و کافر تمام زناری!

یہ وہ دن تھا کہ ابراہیم خلیل اللہ کے فرزندان کو نصرتِ الٰہی پر عین الیقین کا تجربہ حاصل ہو گیا، یہ وہ دن تھا جس نے

ایک بار پھر ''کم من فئة غلبت فئة کثیرة باذن اللہ'' کی یاد تازہ کردی، یہ وہ دن تھا جس نے ''ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ'' کے اعلان پر مہر تصدیق ثبت کردی اور یہی وہ دن تھا، جس میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ''انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین'' ایک بار پھر سچ ثابت ہوا۔

کہاں ہیں وہ سیکولر ولبرل ادیب، صحافی، کالم نگار، شاعرودانشور جنہوں نے اَسّی کی دہائی میں سوویت یونین کا بت تراشا، لیکن جب سوویت یونین نے افغانستان سے اپنا بوریا بستر گول کیا، تو اُنھوں نے سارا کریڈٹ آئی ایس آئی اور امریکا کے کھاتے میں ڈال کر جدید ٹیکنالوجی کے بت کے آگے سجدہ ریز ہوگئے اور امریکا کو پوجنے لگے اور کہا کرتے تھے کہ طالبان کی حماقت اور خود غرضی نے افغانستان کے شہریوں کو امریکا کے ہاتھوں روند ڈالا ہے اور پورے خطے کا امن برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں، لیکن یہ چند دن تک بھی نہیں ٹِک سکیں گے، لیکن میرے اللہ کی تدبیر بھی کیا شاندار ہے، خبیث کو طیب سے علیحدہ کر کے مردِ مجاہد کو تن تنہا میدان میں کھڑا کر دیا اور طالبان سے بہ زبان حال اعلان کروایا کہ

کہتا ہے زمانے سے یہ درویش جوانمرد
جاتا ہے جدھر بندۂ حق تو بھی اُدھر جا!
ہنگامے ہیں میرے تری طاقت سے زیادہ
بچتا ہوا بنگاہِ قلندر سے گزر جا!
میں کشتی و ملاح کا محتاج نہ ہونگا
چڑھتا ہوا دریا ہے اگر تُو تو اُتر جا!
توڑا نہیں جادو مری تکبیر نے تیرا؟
ہے تجھ میں مُکر جانے کی جرأت تو مُکر جا!
مہر و مہ و انجم کا محاسب ہے قلندر!
ایام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر!

افغان طالبان کی فتح نے ہمارے سیکولر و لبرل دانشوروں اور کالم نگاروں کی بصارت و بصیرت کو اُچک لیا ہے اور اُن کے گرد اندھیرا چھا گیا ہے، لہٰذا وہ اب اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ کسی نئے بت کو تراش سکیں، چنانچہ اب اُنھیں افغانستان کے مستقبل کی فکر ہونے لگی ہے اور بعض حضرات اپنی شرمندگی کو چھپانے کے لیے ''امن کی جیت اور جنگ کی ہار'' کا راگ الاپ رہے ہیں، کیونکہ وہ اپنے آقاؤں کی شکست پر انتہائی مضطرب اور بے قرار ہیں اور وہ اس حقیقت کو کسی بھی صورت تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں کہ ''امریکا اس جنگ میں ہار چکا ہے''۔ افغان طالبان نے امن معاہدہ پر اتفاق کے لیے جس شق کو بنیاد بنایا ہے وہ یہ ہے کہ تمام اداروں کو اسلامی شریعت کے اصولوں کے مطابق تشکیل دیا جائے گا، اس لیے یہ کہنا بجا ہوگا کہ یہ جنگ دراصل افغان طالبان اور امریکا کی جنگ نہیں تھی، بلکہ اسلام اور کفر کی جنگ تھی، جس میں اسلام غالب اور کفر مغلوب ہو چکا ہے، یہ جنگ دراصل حزب اللہ اور حزب الشیطان کی جنگ تھی، جس میں حزب اللہ کو فتح اور حزب الشیطن کو ذلت و رسوائی کے ساتھ شکست ہو چکی ہے، یہ جنگ دراصل حق اور باطل کی جنگ تھی جس میں حق چھا گیا اور باطل فنا ہو گیا، یہ جنگ دراصل ''نیو ورلڈ آرڈر'' اور طاغوت اکبر کے خلاف عالمی نظام عدل کے قیام کے لیے جدوجہد کی جنگ تھی، جس میں طاغوت کو جڑ سے اُکھاڑ پھینک دیا گیا ہے، چنانچہ یہ چنگاری بھڑک اُٹھی ہے، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے فلسفے فک کل نظام (تمام مروجہ نظاموں کا خاتمہ) کی ابتدا ہو چکی ہے اور آخر کار وہ خواب جس کا ذکر اُنھوں نے ''فیوض الحرمین'' میں کیا ہے شرمندۂ تعبیر ہو چکا ہے، اب بس اُس پیشین گوئی کی تکمیل باقی ہے جسے قرآن پاک نے یوں بیان کیا ہے ''وہی تو ہے جس نے بھیجا ہے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر تاکہ غالب کر دے اسے تمام ادیان (مروجہ نظاموں) پر خواہ یہ مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار گزرے''۔

☆☆☆☆

انا للہ وانا الیہ راجعون — دعائے مغفرت

☆ حلقہ لاہور غربی کے ملتزم رفیق نوید احمد بٹ وفات پا گئے۔
☆ حلقہ کراچی شمالی، گلشن معمار کے مبتدی رفیق سید ناظم الدین وفات پا گئے۔
☆ مقامی تنظیم فورٹ عباس کے مبتدی رفیق امان اللہ وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0345-7052204

☆ حلقہ پنجاب شمالی کے ملتزم رفیق عبدالحمید سلطان وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0332-5005500

☆ پنجاب شمالی، پنڈی گھیپ تنظیم کے مبتدی رفیق عبدالواحد وفات پا گئے۔
☆ حلقہ بہاول نگر، فورٹ عباس کے مبتدی رفیق محمد اقبال رضا وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0343-2548268

☆ حلقہ فیصل آباد کے ڈاکٹر نعیم الرحمن اور ڈاکٹر شفیق الرحمن کی والدہ وفات پا گئیں۔
☆ حلقہ گوجرانوالہ کے ناظم شاہد رضا کی والدہ محترمہ وفات پا گئیں۔
☆ حلقہ گوجرانوالہ کے معتمد انوار احمد خان کے بہنوئی وفات پا گئے۔
☆ حلقہ گوجرانوالہ، قلعہ کالروالا کے ملتزم رفیق عبدالشکور کی ہمشیرہ وفات پا گئیں۔
☆ سیالکوٹ کے رفیق تنظیم عبدالقدیر بٹ کے بھائی وفات پا گئے۔
☆ حلقہ ملاکنڈ کے نائب ناظم حلقہ ممتاز بخت کے بھائی وفات پا گئے۔
☆ حلقہ سرگودھا کی مقامی تنظیم غربی کے ملتزم رفیق غلام ربانی کے بھائی وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0342-6747304

☆ بہاول نگر کے ملتزم رفیق حاجی رحمت اللہ کی بیوی وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0303-3144322

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے، اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ (آمین)۔ قارئین سے بھی مرحومین کے لئے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

Muslim generosity in the age of the pandemic and panic buying

The coronavirus pandemic has led many people in the West to rush and buy food items, disinfectants and toilet paper, for fear that these will run out.

Fearing that they will run out of food, many people rushed to buy huge amounts of food, stacking their trolleys sky high, especially of dry food items and canned vegetables.

This is not only driven by fear but also by selfishness.

There are others—the Muslims—that have done the exact opposite.

Both in the West and in societies where they are a majority, Muslims have gone out of their way to help the needy and poor.

Through mosques and other outlets including restaurants, individual Muslims as well as Muslim charities have organized food distribution and food baskets handing them to families that are facing economic hardship in these difficult times.

In the US, Canada, UK and Europe, the much-vilified Muslims have also stepped forward to help others without distinction of religion or race.

Muslim youth in parts of Canada have set up volunteer groups to help the vulnerable and the elderly to purchase groceries or get medicines.

In the US, Americans have been buying guns.

Even before the pandemic, there were already more than 393 million guns owned by individuals in the US.

Gun owners have made clear they intend to use their weapons to get what they want if there is a run on food items.

Muslims are not buying weapons.

Instead of fighting to get food for themselves, they have gone about preparing food packages to distribute among the needy.

In Spain where the country is under complete lockdown, Muslim taxi drivers have volunteered to take people to hospitals without charging them.

In Muslim majority countries, especially in Bangladesh, Pakistan and Iran, commendable efforts are underway to help the needy.

Even in India where Muslim persecution is part of the ruling party agenda and many have been hacked to death, Muslims have gone into poor neighbourhoods and provided food to needy families.

They make no distinction between Muslims and Hindus.

The food distribution campaigns are organized through mosques in each locality.

Muslims have a natural disposition to help the needy and poor.

The Qur'an emphasizes this repeatedly both through giving Zakat as well as other charitable donations *(Ref: 2:03; 2:177; 9:60 and other verses of the Holy Qur'an).*

Most Muslims give Zakat donations in the month of Ramadan.

There are nearly 25 million people living below the poverty line in Pakistan. They are helped by the generous donations of other people in Pakistan that give Zakat either directly to the poor or through institutional arrangements.

The people of Pakistan are among the most charitable in the world.

Led by concerned citizens that have organized food drives, and protective gear donations, the effort has been recognized even internationally.

In these troubled times, most Muslims have shown a remarkable sense of compassion to help others.

This is the true spirit of Islam.

Source***: Adapted from an op-ed in Crescent International; posted on https://www.icit-digital.org/***

Vol. 29 Regd. C.P.L NO. 114 No.13

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore